جلد ۲۹ | ۲۶ ماہ تبوک ۱۳۲۰ ہش | ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ | ۲۶ ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

رمضان کے بابرکت مہینہ کے فیوض سے فائدہ حاصل کریں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۱۹۔ ماہ تبوک ۱۳۲۰ ہش مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء

مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

چونکہ عنقریب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ جہاں تک ہو سکے۔ اس

بابرکت مہینہ کے فیوض

سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ میرے نزدیک قرآن کریم کی یہ آیت کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن اس مہینہ کی برکات۔ اور اس کے فیوض کو ایسا واضح کرتی ہے۔ کہ انسان کے دل میں اس کی اہمیت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جس مہینہ کو اللہ تعالےٰ نے اس بات کے لئے انتخاب فرمایا ہو۔ کہ ابتدائے قرآن اس میں نازل ہو۔ اور جس میں جبریل اس وقت تک کے نازل شدہ قرآن کو ہمیشہ دہراتے رہتے ہوں۔ اس مہینہ کے بارہ میں مومنوں کے دلوں میں جتنا جوش پیدا ہو۔ اور جتنی قرآن کریم کی تلاوت اس مہینہ میں کی جائے کم ہے خدا تعالےٰ کا یہ فعل اور جبریل کا نزول اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ تلاوت فرمانا بتلاتا ہے۔ کہ رمضان کا تعلق صرف روزوں سے ہی نہیں۔ بلکہ

قرآن کریم کی تلاوت

اس پر غور و خوض۔ اور اس کے معانی پر تدبر کرنا بھی روزوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے ضروری امور میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قادیان میں رمضان کے موقعہ پر درس القرآن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جب میری طبیعت اچھی ہوا کرتی تھی۔ تو میں درس دیا کرتا تھا مگر اب جبکہ میری صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ بعض اور علماء سے درس دلایا جاتا ہے اور قادیان کے مخلصین اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے۔ وہ کم سے کم درس قرآن کی جو قضا عمری ہوتی ہے اس میں شامل ہو جاتے ہیں مسلمانوں میں عام رواج ہے۔ کہ وہ سارا سال نمازیں نہیں پڑھتے۔ یا کم سے کم باقاعدگی اور التزام کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ مگر رمضان کے آخری جمعہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ قضا عمری ہو گئی۔ اس دن وہ کچھ زائد نفل پڑھ لیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اُن نمازوں کے بدلہ میں جو ان سے چھوٹ گئی تھیں۔ وہ نفل کافی ہو گئے ہیں۔ اسی طرح جو غافل اور سست لوگ سارا مہینہ درس میں شامل نہیں ہوتے۔ وہ قرآن کریم کی آخری ایک دو سورتوں کے اس درس میں جو مجھ سے دلوایا جاتا ہے۔ اور آخری دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ

درس کی قضا عمری

ہو گئی۔ گو نہ نمازوں کی قضا عمری ہوتی ہے۔ اور نہ درس کی۔ بہر حال ایک ایسا شخص جسے اس بات کی اہلیت نہیں کہ وہ ذاتی طور پر قرآن کریم کے مطالب کو سمجھ سکے اُسے اگر سارے سال میں چند دن ایسے میسر آ جائیں۔ جن میں اُسے تمام قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر سننے کا موقعہ مل جائے اور پھر بھی وہ اس میں حصہ نہ لے۔ تو اس سے زیادہ بدبخت اور کون ہو سکتا ہے۔ یوں انسان محبت کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتا ہے۔ لیکن سوال صرف دعووں کا نہیں۔ بلکہ عمل کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص

قرآن کریم سے محبت

کا دعوےٰ کرتا ہے۔ تو اسے اپنے عمل سے اس محبت کا ثبوت بھی دینا چاہیئے۔ مگر عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ محبت کے صرف زبانی دعووں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اور عملی رنگ میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاتا۔ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مثال مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان پڑھ ہیں۔ ہمیں قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ دلیل میری سمجھ میں کبھی نہیں آتی۔ کہ ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ایک شخص قرآن کریم کے سمجھنے سے کس طرح بری الذمہ ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کسی کے پاس اپنے کسی عزیز کا خط آتا ہے۔ تو جو شخص پڑھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ تو ایک دفعہ خط کو پڑھ کر رکھ دیتا ہے۔ مگر ان پڑھ جب تک پانچ سات دفعہ وہ خط لوگوں سے پڑھا نہ لے۔ اُسے تسلی نہیں ہوتی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر بیٹی یا بھائی یا بیوی۔ یا خاوند یا باپ یا ماں کی خیریت کا خط آنے پر پڑھوں اور ان پڑھوں میں یہ فرق نظر آتا ہے۔ کہ

پڑھا ہوا شخص تو خط کو ایک دفعہ پڑھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔ مگر ان پڑھ جب تک چار پانچ متفرق لوگوں سے خط نہ پڑھا لے اسے تسلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ شائد ایک شخص سے کوئی بات رہ گئی ہو۔ اس لئے جب وہ ایک سے خط کا مضمون سن لیتا ہے تو دوسرے کے پاس جاتا ہے۔ اور دوسرے کے بعد تیسرے اور پھر چوتھے اور پانچویں کے پاس۔ اسی طرح اگر لوگوں کو خدا تعالےٰ سے بھی سچی محبت ہوتی تو قرآن کریم کے مطالب کو سمجھنے کے لئے ان پڑھ پڑھے ہوئے لوگوں سے زیادہ بیقرار ہوتے۔ اور وہ کئی کئی بار لوگوں سے اس کو سن چکے ہوتے ؛

یہ ایک

نہایت ہی معرفت کا نکتہ

ہے۔ جس میں انسانی فطرت کا گہرا مطالعہ نظر آتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا اپنا تجربہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان پڑھ اپنی جیب میں ایسے خط رکھ لیتے ہیں۔ اور جہاں انہیں اپنا کوئی ایسا دوست نظر آتا ہے۔ جو پڑھا لکھا ہو۔ یا کسی اور شخص کو دیکھتے ہیں۔ جو گو ان کا دوست نہ ہو مگر نرم طبیعت کا ہو اور وہ سمجھتے ہوں کہ یہ خط پڑھنے سے انکار نہیں کرے گا۔ تو اس کے سامنے وہ خط پیش کر کے کہتے ہیں کہ ذرا اسے پڑھ کر سنا دیں۔ پھر اس پر بھی ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ اور وہ اوروں سے پڑھواتے ہیں۔ یہاں تک کہ آٹھ دس متفرق آدمیوں سے خطوط سن سن کر ان کا مضمون انہیں حفظ ہو جاتا ہے۔ تو ان پڑھ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ ایک شخص قرآن پڑھنے یا سننے سے آزاد ہے۔ بلکہ ان پڑھوں کو زیادہ فکر سے قرآن کریم کو بار بار سننا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے وہ ایک سے قرآن کریم سنیں۔ اور وہ بعض آیات کا انہیں غلط مطلب بتا دے۔ جس طرح ان پڑھ پہلے ایک شخص سے خط پڑھواتا ہے۔ تو اس سے اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ خیال کرتا ہے کہ مبادا اس سے کوئی بات رہ گئی ہو۔ اس لئے وہ دوسرے کے پاس جاتا ہے۔ اور جب دوسرا بھی اسے وہی مضمون سناتا ہے جو پہلے نے سنایا تو اس کو کسی قدر تسلی ہوتی ہے مگر پورا اطمینان اسے پھر بھی میسر نہیں آتا۔ اور وہ تیسرے کے پاس جاتا ہے۔ پھر چوتھے اور پھر پانچویں کے پاس جاتا ہے اور اس طرح پانچ سات متفرق آدمیوں سے مختلف موقعوں پر وہ خط پڑھواتا ہے اور چونکہ ان میں سے کسی کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ پہلے یہ کسی اور سے خط کا مضمون سن چکا ہے۔ اس لئے جب سب اسے خط کا ایک ہی مضمون بتاتے ہیں۔ تو اسے اطمینان ہو جاتا ہے۔ اور وہ خیال کرتا ہے کہ اب اس نے خط کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو عربی نہیں آتی۔ تو محض اس عذر کی بناء پر وہ قرآن کریم کے پڑھنے اور اس کے مطالب کو سمجھنے سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اس کا فرض ہے۔ کہ وہ کسی پڑھے لکھے انسان سے قرآن سنے۔ اور جب ایک دفعہ سن چکے تو مطمئن نہ ہو۔ بلکہ خیال کرے کہ شائد اس نے کوئی بات غلط بتائی ہو۔ اس لئے وہ دوسرے کے پاس جائے اور اس سے قرآن سنے۔ پھر تیسرے کے پاس جائے۔ اور اس سے قرآن سنے۔ پھر چوتھے کے پاس جائے۔ اور اس سے قرآن سنے۔ یہاں تک کہ بار بار قرآن کو سننے کے بعد اسے یہ یقین حاصل ہو جائے۔ کہ اس نے خدا کے کلام کو سمجھ لیا ہے۔ مگر اس کے علاوہ قرآن کریم میں ایک اور بات بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ کارڈ کا مضمون تو صرف اس وقت کے لئے ہوتا ہے۔ اور بعد میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مگر قرآن کریم خدا تعالےٰ کا وہ کارڈ ہے۔ جو ایک دفعہ ہی آیا ہے۔ اور اب دوبارہ نہیں آئیگا۔ ایسے کارڈ کو سننا اور اس کے مضامین کو یاد رکھنا تو بہت ہی ضروری ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جو قرآن کریم کے مطالب سمجھنے کی بھی توفیق رکھتے ہیں۔ ان کے لئے تو یہ آسانی ہوتی ہے کہ وہ گھر میں بیٹھ کر قرآن کریم کو پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے میں درس میں شامل نہیں ہوتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں گھر پر قرآن کریم کو پڑھ لیتا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالےٰ نے یہ توفیق دی ہے۔ کہ میں اس کو سمجھ سکوں۔ پس مجھے ضرورت نہیں کہ میں ایسے درسوں میں شامل ہوں۔ لیکن وہ شخص جو پڑھا ہوا نہیں۔ اور وہ گھر میں بیٹھ کر قرآن کریم پر غور کرکے اس کے مطالب کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ وہ

درس میں شامل ہو

گو تمام پڑھے لکھے لوگ بھی اس قابل نہیں ہوتے۔ کہ وہ قرآن کریم کو سمجھ سکیں بعض لوگ اچھے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور علوم ظاہری انہیں خوب آتے ہیں۔ مگر ان کے اندر ایسا ملکہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ قرآن کریم پر غور کر سکیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بھی باوجود عالم اور پڑھے لکھے ہونے کے ضروری ہے کہ درس میں شامل ہوں۔ پھر بعض دفعہ ایک شخص عالم قرآن تو ہوتا ہے۔ مگر دوسرا شخص جو قرآن سنا رہا ہوتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ قرآن کریم کو جاننے والا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عالم قرآن کے لئے بھی درس میں شامل ہونا ضروری ہوگا۔ اور اگر دوسرا شخص قرآن کریم کو زیادہ جاننے والا نہ ہو اور سننے والا زیادہ عالم ہو۔ تو اس حالت میں بھی درس میں شامل ہونا فائدہ سے خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے بھی باوجود زیادہ علم رکھنے کے دوسرے کے درس میں بعض دفعہ ایسی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ جو اس کے ذہن میں نہیں ہوتیں ؛

ہمارے ایک استاد تھے میں نے ان کو دیکھا ہے۔ کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ میرے درس میں شامل ہوتے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں میرے ایک اور استاد تھے جب کبھی وہ درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب مسجد میں آکر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے جاتے۔ اور کہتے کہ اسکی باتیں کیا سننی ہیں۔ یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود اس کے کہ میں ان کا شاگرد تھا۔ بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظنی رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کے درس میں اس لئے شامل ہوتا ہوں۔ کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے بعض نئے مطالب مجھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر میں ہی ایسے علوم کھول دیئے جاتے ہیں۔ جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے

اسی مسجد میں ۱۹۰۸ء میں

سب سے پہلی دفعہ

میں نے پبلک تقریر کی۔ جلسہ کا موقعہ تھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے سورہ لقمان کا دوسرا رکوع پڑھا۔ اور پھر اسکی تفسیر بیان کی۔ میری اپنی حالت اس وقت یہ تھی۔ کہ جب میں کھڑا ہوا تو چونکہ اس سے پہلے میں نے پبلک میں کبھی لیکچر نہیں دیا تھا۔ اور میری عمر بھی اس وقت صرف ۱۹ سال کی تھی۔ پھر اس وقت حضرت خلیفہ اول بھی موجود تھے۔ انجمن کے ممبران بھی تھے اور بہت سے اور دوست بھی آئے ہوئے تھے۔ اسلئے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس وقت مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے سامنے کون بیٹھا ہے اور کون نہیں۔ تقریر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ جاری رہی۔ جب میں تقریر ختم کر کے بیٹھا تو مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ میاں میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ تم نے ایسی اعلےٰ تقریر کی۔ میں تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ نہیں کہہ رہا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں

مدینۃ المسیح

قادیان ۵ تبوک ۱۳۲۰ش: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ساڑھے پانچ بجے شام کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو ہنوز کان درد کی تکلیف ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کیلئے دعا جاری رکھیں۔

خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ میں خیر و عافیت ہے۔

آج بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے محمودہ سلطانہ بیگم صاحبہ بنت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب لاہور کا نکاح مولوی عبدالرحیم صاحب مولوی فاضل ابن حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ آٹھ صد روپیہ مہر پر پڑھا۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے۔

جناب سید زین العابدین صاحب ناظر امور عامہ کے ہاں کل شام لڑکی تولد ہوئی۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

کہ میں بہت پڑھنے والا ہوں۔ اور میں نے بڑی بڑی تفسیریں پڑھی ہیں۔ مگر میں نے بھی آج تمہاری تقریر میں قرآن کریم کے وہ مطالب سُنے ہیں۔ جو پہلی تفسیروں میں ہی نہیں۔ بلکہ مجھے بھی پہلے معلوم نہیں تھے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت تک نہ میرا مطالعہ وسیع تھا۔ اور نہ قرآن کریم پر لمبے غور کا کوئی زمانہ گذرا تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر اس وقت ایسے معارف جاری کر دیئے۔ جو پہلے بیان نہیں ہوئے تھے۔ تو دوسروں سے سُن کر انسان کے علم میں بہت کچھ زیادتی ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ آپس میں ملا کرتے۔ اور حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ جب وہ اکٹھے ہوتے۔ تو ایک دوسرے سے کہتے۔ کہ آؤ ہم تھوڑی دیر کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی باتیں کریں تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہو جائے۔ چنانچہ جب بیٹھتے۔ تو ایک کہتا۔ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی ہے۔ اس پر دوسرے کو بھی کوئی بات یاد آجاتی۔ اور وہ کہتا۔ ہاں میں بھی اس وقت موجود تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا۔ پھر کوئی اور بات سناتا۔ اور دوسرے صحابہ اسے سن کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے۔ تو مومنوں کا ایک دوسرے سے ملنا اور دینی باتوں میں حصہ لینا

ایمان کی تازگی کے لئے

ضروری ہوتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے ایک اُستاد تھے (انہوں نے آپ کو درسی کتب نہیں پڑھائی تھیں۔ بلکہ روحانی طور پر بزرگ سمجھ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ان سے ملا کرتے تھے۔ اور ان کے روحانی علوم سے مستفیض ہوتے تھے) ان سے ایک دفعہ ملاقات میں کچھ وقفہ ہو گیا۔ اور تعلیم میں مشغول رہنے کی وجہ سے میں جلدی ان سے مل نہ سکا۔ چند دنوں کے بعد ان سے جا کر ملا۔ تو وہ کہنے لگے۔ نورالدین رضؓ تم ہمیں اتنے دن ملے نہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ فرماتے۔ کہ میں نے کہا۔ حضور سبق کچھ زیادہ تھے۔ ان میں مشغول رہنے کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ وہ کہنے لگے۔ کیا تم نے کبھی قصاب کی دکان دیکھی ہے۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ بہت دفعہ دیکھی ہے۔ انہوں نے کہا کبھی تم نے دیکھا۔ کہ قصاب گوشت کاٹتے کاٹتے تھوڑی دیر کے بعد چھریاں آپس میں رگڑ لیتا ہے۔ آپ فرماتے لگے۔ ہاں میں نے دیکھا ہے۔ قصاب ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ تمہیں کچھ پتہ ہے۔ قصاب ایسا کیوں کرتا ہے۔ قصاب دو چھریوں کو آپس میں اس لئے رگڑتا ہے کہ گوشت کاٹتے کاٹتے چھری کی دھار پر چربی لگ جاتی ہے۔ جس سے وہ کند ہو جاتی ہے اس پر قصاب اس چھری کو دوسری چھری سے رگڑ لیتا ہے۔ اور وہ پھر تیز ہو جاتی ہے یہ مثال دے کر وہ کہنے لگے۔ دیکھو نورالدین رضؓ ہم کو تمہاری ملاقات کا بھی اسی لئے شوق ہے۔ ہم سارا دن کئی قسم کے کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے چھریوں کی طرح ہماری دھار بھی کند ہو جاتی ہے۔ تم آتے ہو۔ تو ہماری اور تمہاری چھریاں آپس میں رگڑی جاتی ہیں۔ اور تمہاری چھری بھی تیز ہو جاتی ہے۔ اور ہماری چھری بھی تیز ہو جاتی ہے۔

پس میں

جماعت کے دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ جہاں رمضان کے روزے رکھیں وہاں گھروں میں بھی کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ اور درس میں بھی مرد اور عورتیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہوں۔ اَن پڑھ اس سے مستثنیٰ نہیں۔ بلکہ ان پر پڑھے ہوئے لوگوں کی نسبت زیادہ ذمہ واری ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ انہیں سارا سال قرآن کریم کو سُننے کا اور کوئی موقعہ نہیں ملتا پھر میں کارکنوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ عورتوں کے لئے درس سننے کا خاص طور پر انتظام کریں۔ کیونکہ قرآن پڑھی ہوئی عورتیں کم ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی عورتیں موجود ہیں۔ جو قرآن کریم پڑھی ہوئی ہیں۔ مگر پھر بھی مردوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ اور اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کے لئے خاص طور پر انتظام کیا جائے ❊

پھر میں

بیرونی جماعتوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی اپنی اپنی جگہ درس کا انتظام کریں۔ اب تو درس دینے میں اس لحاظ سے بہت کچھ سہولت پیدا ہو چکی ہے۔ کہ قرآن کریم کے ایک حصہ کی تفسیر ہماری طرف سے شائع ہو گئی ہے۔ پس اگر جماعتیں سارے قرآن کے درس کا انتظام نہ کر سکتی ہوں۔ تو انہیں اس مہینہ میں تفسیر کبیر کے درس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے یہ تفسیر ابھی تک نہیں پڑھی۔ اس ذریعہ سے وہ اس تفسیر کو سُن سکیں گے اور جنہوں نے ایک دفعہ اس کو پڑھا ہوا ہے۔ انہیں اس ذریعہ سے اس کے مضامین دوبارہ تازہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ خالی ایک دفعہ پڑھ لینے سے کوئی چیز یاد نہیں رہتی۔ بلکہ بار بار پڑھنے سے یاد ہوتی ہے۔ مدرسوں میں ہی دیکھ لو۔ کس طرح بار بار سبق یاد کرائے جاتے ہیں اسی طرح کسی کتاب سے صحیح رنگ میں اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جب اس کے مضامین یاد ہوں۔ ایک کتاب کو پڑھ کر رکھ دینا۔ اور پھر اس سے کبھی بطور ریفرنس کام لے لینا کتاب کا صحیح استعمال نہیں کہلاتا۔ کتاب کا صحیح استعمال یہی ہوتا ہے۔ کہ اسے بار بار پڑھا جائے۔ اور اس کے مطالب کو یاد رکھا جائے۔ اور یہ صرف دوسروں کی لکھی ہوئی کتابوں کے متعلق ہی ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی تصنیف بھی اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت انسان کو پڑھنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں نے خود اس رنگ میں کئی دفعہ اس تفسیر کے بعض حصوں کو پڑھا ہے۔ تاکہ بعض وہ مطالب جو تفسیر لکھتے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر کھولے گئے تھے۔ وہ میرے ذہن سے اُتر نہ جائیں۔ پس جہاں پورے درس کا انتظام نہ ہو سکے۔ وہاں تفسیر کبیر کا درس دے کر اسے اس مہینہ میں ختم کر دینا چاہیئے ❊

اسی طرح ان دنوں میں دوستوں کو تہجد کے لئے جگانا اور

تراویح کی طرف توجہ

دلانا بھی ضروری ہے۔ مگر تراویح سے مراد وہی تراویح ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسنون ہیں۔ اور جو درحقیقت تہجد کی نماز ہی ہے۔ یہ جو عشاء کے وقت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سست لوگوں کے لئے جاری کی تھیں۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ تہجد کے انتظار میں بیٹھ کر گپیں مارتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے وقت کو لغو اور فضول باتوں میں ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مناسب سمجھا۔ کہ ان کو گپوں کی بجائے نماز میں مشغول کر دیا جائے۔ پس یہ تراویح سست لوگوں کے لئے جاری کی گئی تھیں۔ مگر آجکل ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ سست ہو یا چُست ثواب کی بات ہے اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ تہجد پڑھنے کی عادت لوگوں کو کم ہو گئی ہے۔ اور شروع وقت کی تراویح زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ وہ تراویح جو رمضان میں عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں مسنون نہیں ہیں بلکہ وہ قائم مقام مقرر کی گئی ہیں مسنون تراویح کی اصل چیز تہجد کی نماز ہے جسکی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعریف کی ہے اور جس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عمل تھا۔ آپ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے اور بعض ایام میں آپ نے تہجد کی نماز باجماعت بھی ادا کی ہے۔ اسی طریق پر ان لوگوں کے لئے جو لوگ تہجد سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بعض نے یہ طریق رائج کر دیا۔ کہ تہجد کے وقت ایک امام لوگوں کو نماز پڑھا دے۔ اور اسطرح وہ قرآن کریم سُن لیا کریں۔ مگر جو سست لوگ تھے۔ اور اسوقت وہ شامل نہیں ہوا کرتے تھے۔ ان کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ انتظام کر دیا۔ کہ عشاء کے وقت وہ ایک امام کی متابعت میں تراویح پڑھ لیا کریں مگر بہرحال یہ انتظام سب کے لئے نہیں بلکہ سستوں کے لئے ہے۔ اور یا پھر اُن معذوروں کے لئے ہے جو پچھلی رات اُٹھ نہیں سکتے مثلاً کوئی بیمار ہے یا بوڑھا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ تہجد کے وقت اس کے لئے اٹھنا مشکل ہے وہ تراویح میں شامل ہو سکتا ہے مگر ان معذوروں اور بیماروں کے علاوہ جو تراویح میں شامل ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے رجسٹر میں اپنی سستی کا انگوٹھا لگا کر آتا ہے۔ ہاں جو بیمار یا معذور ہیں۔ انہیں تراویح میں شامل ہونے سے نہیں ڈرنا چاہیئے یا مثلاً بچے ہیں۔ ان کے متعلق یہ امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ تہجد کے لئے اٹھیں گے۔ سحری سے پندرہ بیس منٹ پہلے کھانا کھانے کے لئے تو وہ اٹھ سکتے ہیں مگر تہجد کے لئے اُٹھنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ ایسوں کے سوا باقی سب کو تہجد کی نماز میں شامل ہونا چاہیئے۔ یا تو وہ اپنے گھر پر ادا کریں۔ اور یا پھر اس نماز میں شامل ہوں جو تہجد کے وقت باجماعت ادا کی جائے اور جس میں اپنے لئے اور تمام جماعت کے لئے دعائیں کریں

ہماری جماعت ایسے فتنوں میں گھری ہوئی ہے کہ اسے دعاؤں کی بہت ہی ضرورت ہے اور یوں تو مومن ہر وقت ہی دعا کرتا ہے خواہ کوئی فتنہ ہو یا نہ ہو۔ لوگوں میں مثل مشہور ہے کہ چور چوری سے جائیگا ہیرا پھیری سے نہیں جائے گا۔ یعنی چوری کی عادت بے شک اس سے چھوٹ جائے گی۔ مگر ادھر ادھر تاکتا جھانکتا ضرور رہے گا۔ کیونکہ اسکی اسے عادت پڑ چکی ہوتی ہے۔ محبت بھی ایک قسم کی عادت ہی ہے۔ اور جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ سے محبت کرتا ہے۔ تو خواہ وہ کیسی ہی کیفیات میں سے گذرے ہیرا پھیری سے وہ نہیں جاتا۔ چنانچہ دیکھ لو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم کسی دن تہجد نہ پڑھ سکو تو اشراق ہی پڑھ لو۔ یہ ہی

ہیرا پھیری والی بات

ہے یعنی محبت کے اظہار کا ایک دوسرا ذریعہ نکال لیا گیا ہے۔ اگر کسی وقت کسی وجہ سے مومن محبت کا پورا اظہار نہیں کر سکتا۔ تو وہ اس کے اظہار کا کوئی اور موقعہ کسی اور صورت سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح مومن کو دعاؤں کی عادت پڑ جاتی ہے۔ تو اس کے دل میں یہ تڑپ رہتی ہے۔ کہ کسی نہ کسی بہانے سے خدا تعالےٰ سے بات کرے۔ اور اس کے لئے وہ دعاؤں کے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے بعض دفعہ تو اسے کوئی حقیقی احتیاج ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہو کر دعا کرنے لگتا ہے کہ یا اللہ میری فلاں ضرورت کو پورا کر دے۔ اب اس کا یا اللہ کہنا اپنے محبوب سے باتیں کرنا ہی ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے چور چوری کرنے جاتا ہے مگر کبھی ایک مومن کو حقیقی ضرورت کوئی نہیں ہوتی۔ تو اس وقت وہ اپنے لئے احتیاج تلاش کرتا ہے۔ اور معمولی معمولی باتوں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور اپنے رب سے باتیں کرنے کا بہانہ نکال لیتا ہے۔ یہ

عاشق کی ہیرا پھیری

ہوتی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ کوئی غرض ہو یا نہ ہو ضرورت ہو یا نہ ہو کسی طرح اپنے محبوب سے باتیں کر لوں۔ یہی محبت کا اصل مقام ہوتا ہے۔ اور اسی محبت کے نتیجہ میں انسان کو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک نہایت ہی دردناک واقعہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سچی محبت رکھنے والا انسان کس طرح بہانے تلاش کر کرکے اپنے جذبات محبت کی تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر کے آخری ایام میں بار بار الہام ہونے شروع ہوئے۔ کہ اب آپ کا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ آپ نے مسجد میں تمام صحابہ رضؓ کو جمع کیا۔ اور ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ آپ نے فرمایا اے لوگو خدا تعالےٰ کا ایک نیک بندہ تھا۔ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں رہنا پسند کرے۔ اور اگر چاہے تو خدا تعالےٰ کے پاس جانا پسند کرے۔ اس نے دنیا میں رہنا پسند نہ کیا۔ بلکہ یہی چاہا کہ وہ اپنے خدا کے پاس چلا جائے۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وعظ میں کسی خدا کے بندے کی ایک مثال بیان فرما رہے ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس بات کو سنا تو وہ رو پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضؓ کو جب روتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اس بڈھے کی مت ماری گئی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک مثال بیان فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ ایک بندہ تھا جس سے خدا نے یہ پوچھا کہ تو دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے یا ہمارے پاس آنا پسند کرتا ہے۔ اور اس نے خدا کے پاس جانا پسند کر لیا۔ یہ ایک مثال ہے جو آپ نے مومن کی بیان فرمائی ہے۔ ابوبکر رضؓ کو کیا ہوا ہے۔ کہ وہ خواہ نخواہ رونے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضؓ کے آنسو بند نہ ہوئے۔ وہ اتنا روئے اتنا روئے کہ اور لوگوں نے انہیں تسلی دینی شروع کر دی۔ مگر وہ برابر روتے چلے گئے۔ آخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو سنو ہر ایک شخص کا ایک بڑا گہرا اور انتہاء درجہ کا دوست ہوتا ہے۔ اور ابوبکر میرا ویسا ہی دوست ہے پھر آپ نے فرمایا خدا میرا خلیل ہے۔ اگر خدا کے سوا کسی اور کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابوبکر کو بناتا۔ میں حکم دیتا ہوں کہ مسجد کی ساری کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکر رضؓ کی کھڑکی کے یہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کی ایک پیشگوئی تھی۔ کیونکہ خلیفہ کو نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آنا پڑتا ہے۔ بعد میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اور کئی باتیں بیان کیں۔ یہاں تک کہ صحابہ پر بھی یہ بات منکشف ہو گئی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اب جلد وفات ہونے والی ہے اسی دوران میں چند دنوں کے بعد آپ بیمار ہو گئے۔ ایک دن آپ باہر تشریف لائے مجلس میں بیٹھے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ اب میری موت قریب ہے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے میں مجرم کی حیثیت میں پیش ہوں۔ مجھے ہمیشہ تم سے معاملات پیش آتے رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی معاملہ میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہو۔ اور میرے ہاتھ سے تم میں سے کسی کو اذیت پہونچی ہو۔ اگر تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو سمجھتا ہے۔ کہ میں نے اس کا حق مارا ہے۔ تو وہ آج مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔ صحابہ رضؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو عشق تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے تمہاری سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ یہ فقرہ سنکر ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ جس طرح ذبح کیا ہوا مرغ تڑپتا ہے۔ اسی طرح وہ بے تاب ہو کر رونے لگ گئے۔ مگر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایک تکلیف پہونچ چکی ہے اور چونکہ آپ نے اس وقت فرمایا ہے کہ اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہونچی ہو تو وہ اس کا بدلہ لے لے۔ اس لئے میں

اپنی تکلیف کا بدلہ

لینا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں مجھ سے کیا تکلیف پہونچی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ فلاں جنگ کے موقعہ پر آپ صف بندی کرا رہے تھے۔ کہ آپ کو ایک صف میں سے گذر کر آگے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت جب آپ صف کو چیر کر آگے گئے تو آپ کی کہنی مجھے لگی تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا تم بھی مجھے اس جگہ کہنی مار لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ جس وقت مجھے آپ کی کہنی لگی تھی۔ اس وقت میرا جسم ننگا تھا۔ اور آپ نے اس وقت کرتہ پہنا ہوا ہے۔ اس وقت صحابہ رضؓ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ان کی آنکھوں میں سے خون ٹپکنے لگا۔ اور اگر انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف نہ ہوتا۔ تو ہر شخص اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی۔ اپنی پیٹھ پر سے کرتہ اونچا کر دیا۔ اور فرمایا لو اب کہنی مار لو۔ وہ شخص آگے بڑھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اور اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ پھر وہ نیچے جھکا۔ اور اس نے محبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر ایک بوسہ دیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ اس کہنی لگنے کے واقعہ کو تو میں نے محض ایک بہانہ بنایا ہے۔ ورنہ بدلہ کیسا۔ میں نے سوچا کہ اب جبکہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ میں

آخری دفعہ آپ کا بوسہ

تو لے لوں۔ پھر وہی صحابہ جو اسے غصہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے رشک کی نظروں سے دیکھنے لگ گئے۔ اور انہوں نے چاہا کہ کاش ہمیں بھی کہنی لگی ہوتی اور ہم بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بابرکت جسم کا بوسہ لے سکتے۔ اب دیکھو یہ ایک بہانہ تھا جو اس نے بنایا اور اسی کو عاشق کی ہیرا پھیری کہتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ اس کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کا خیال تھا۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعوذ باللہ عمداً مارا تھا۔ بدلہ تو اس فعل کا لیا جاتا ہے جو عمداً دوسرے کو نقصان پہونچانے کے لئے سرزد ہو۔ پس نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوئی نقصان پہونچایا تھا۔ اور نہ اس صحابی کا مقصد یہ تھا۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بدلہ دے۔ یہ محض اس نے ایک بہانہ بنایا۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں بدلہ لے لو۔ تو کیوں نہ میں بھی اسی ذریعہ سے اپنی محبت کے جذبات کا اظہار کر دوں۔ تو جس جگہ محبت ہوتی ہے وہاں بیسیوں تجاویز ذہن میں آجاتی ہیں۔ اور انسان اپنے محبوب کے پاس جانے اور اس سے باتیں کرنے کے لئے کئی قسم کے مواقع پیدا کر لیتا ہے۔ پس مومن دعاؤں میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا بلکہ اس محبت کی وجہ سے جو

اسے خدا تعالےٰ سے ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے پاس جانے اور اس سے باتیں کرنے کے لئے ہر وقت بہانے تلاش کرتا رہتا ہے۔ مومن خود بیمار ہو۔ یا اس کا کوئی اور عزیز بیمار ہو۔ تو وہ دعا کرتا ہے۔ مالی مشکلات ہوں۔ تو دعا کرتا ہے اسی طرح کوئی اور تکلیف پیش آئے۔ تو وہ دعا کرتا ہے۔ لیکن اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح

خدا تعالےٰ سے باتیں

ہوتی رہیں۔ بچوں کو ہی دیکھ لو۔ ماں تھوڑی دیر ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ تو وہ بسورنے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہمیں بھوک لگ گئی ہے۔ ہمیں یہ چاہیئے۔ ہمیں وہ چاہیئے۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ ماں اپنی گود میں اُٹھالے۔ پس جسے سچا عشق ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اور وہ اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے بہانے تلاش کرتا ہے۔ محبت بھی ایک بیماری ہے۔ جو علاج چاہتی ہے اور وہ بھی ایک زخم ہے۔ جو مرہم چاہتا ہے اسی لئے انسان کبھی بیمار بن کر خدا کے پاس جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ یا اللہ فضل کر۔ اور کبھی اگر جسمانی طور پر وہ بیمار نہ ہو۔ تو اپنی روحانی تکالیف اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس طرح ہر وقت اللہ تعالےٰ کے آستانہ پر گرا رہتا ہے۔ غرض مومن بجائے اس کے کہ دعاؤں کی طرف سے مونہہ پھیرے۔ بہانے بنا بنا کر اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرتا۔ اور ہمیشہ اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا رہتا ہے۔ پس دوستوں کو ان ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

ڈلہوزی کے واقعہ کے متعلق حکومت کا جواب

اس کے بعد میں اُس واقعہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جسے پچھلے خطبہ جمعہ میں میں نے بیان کیا تھا۔ دوستوں کی طرف سے اس بارہ میں کثرت کے ساتھ خطوط اور تاریں آئی ہیں اور بعض نے اپنی خدمات بھی پیش کی ہیں۔ میں دوستوں کو بتا چکا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں اول اور

مقدم بات

میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو جنگ کی مساعی میں حرج پیدا کرنے والی ہو۔ پھر میں اس بات کی بھی کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ کسی رنگ میں عجلہ بازی سے کام لیا جائے۔ جیسا کہ میں اخبار میں شائع کرچکا ہوں

گورنمنٹ کی طرف سے جواب

یہ آیا ہے۔ کہ اس معاملہ کی ڈپٹی کمشنر صاحب تحقیقات کر رہے ہیں۔ گو میں یہ نہیں سمجھ سکا۔ کہ بغیر اس کے کہ ہم سے گواہ طلب کئے جائیں۔ اور بغیر اس کے کہ ہمارے دلائل معلوم کئے جائیں۔ ان کی تحقیقات کے معنے ہی کیا ہیں۔ اگر تو تحقیقات کے صرف اتنے معنے ہیں۔ کہ انہوں نے پولیس والوں سے پوچھ لیا ہے کہ کیا معاملہ ہوا۔ تو یہ تحقیقات نہیں کہلا سکتی کیونکہ پولیس کی طرف سے اس بارہ میں جھوٹی رپورٹ پہلے ہی موجود ہے۔ تحقیقات کا طریق یہ تھا۔ کہ وہ ہم سے گواہ طلب کرتے۔ ہمارے دلائل معلوم کرتے اور پھر فیصلہ کرتے۔ کہ شرارت کس کی ہے۔ ہمارے پاس خدا تعالےٰ کے فضل سے گواہ موجود ہیں۔ بلکہ خود گورنمنٹ کے بعض افسر اس بارہ میں گواہ ہیں۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب کو ان کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ جب تک ہم نہ بتائیں۔ پس میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ وہ کیا تحقیق کر رہے ہیں اگر ان کی تحقیق اسی رنگ کی ہوئی۔ تو پھر ان کی تحقیقات کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ مگر پھر بھی کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم جلدی کریں۔ میں سمجھتا ہوں۔ جو شخص جلدی جوش میں آجاتا ہے۔ وہ مستقل مزاج اور قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

کام کے قابل

وہی شخص ہوتا ہے۔ جسے ایک دفعہ جب علم ہو جائے۔ کہ فلاں بات کرنی ضروری ہے تو اگر بیس سال کے بعد بھی اسے وہ بات کرنے کے لئے کہا جائے۔ تو اس کے دل میں ویسا ہی جوش موجود ہو۔ جیسا بیس سال پہلے موجود تھا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ صحابہؓ نے کس طرح مکی زندگی میں مسلسل تیرہ سال تکالیف برداشت کیں۔ مگر اس تیرہ سال کے لمبے عرصہ میں ان کے سینے ٹھنڈے نہیں ہوگئے۔ اور نہ ان کے دلوں کے جوش سرد ہوئے۔ چنانچہ مدینہ میں جانے کے بعد جب ان کو لڑائی کی اجازت ملی۔ تو اس وقت بھی وہ ویسے ہی جوش سے بھرے ہوئے تھے۔ جیسے مکی زندگی میں۔ تو ایمان کی علامت یہ ہوتی ہے۔ کہ مومن کے سینہ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ پس میں اس معاملہ میں جماعت کے دوستوں کو یہی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ صبر کریں۔ اور استقلال کے دامن کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا ہوا ہے۔ کہ

سات اکتوبر تک

ہم گورنمنٹ کی تحقیق کا انتظار کریں گے اور اسوقت تک ہم کوئی مزید یاددہانی کسی قسم کی نہیں کریں گے۔ سات اکتوبر تک اس واقعہ پر قریباً ۲۵ دن گزر چکے ہوں گے۔ اس کے بعد اگر ضرورت محسوس ہوئی۔ تو یاددہانی کرائی جائیگی۔ باقی خبریں ہم کو ملتی ہی رہتی ہیں۔ اس لحاظ سے جس حد تک کام گورنمنٹ کی طرف سے ہوا ہے۔ اور جو کچھ وہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس کا ایک حد تک ہمیں علم ہے۔ مگر یہ چیزیں اس قسم کی نہیں ہوتیں۔ کہ ان کو بنیاد قرار دیکر مومن کسی امر کا فیصلہ کرے۔ خدا کہتا ہے کہ ایک شخص اگر گناہ کرنے اور خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کے باوجود غرغرۂ موت سے پہلے توبہ کرلے تو میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ تو جبکہ خدا کسی بندے کے متعلق اسوقت تک کوئی آخری فیصلہ نہیں کرتا۔ جب تک اس کی جسمانی زندگی ختم نہ ہو جائے۔ تو بندے کس طرح ایسا کرسکتے۔ اور کسی کا فعل مکمل ہونے سے پہلے اُسے اچھا یا بُرا کہنے کا فیصلہ کرسکتے ہیں۔ ملکہ اچھا کہنے میں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن کسی فعل کو بُرا اسوقت تک نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک اس فعل کا مرتکب اپنے فعل کو مکمل نہ کرے۔ مثلاً فرض کرو۔ کوئی شخص کسی دوسرے کو قتل کرنے کی نیت سے جارہا ہے۔ اب جہاں تک نیت کا سوال ہے۔ ہم کہینگے کہ وہ بری ہے۔ مگر جہاں تک فعل کا سوال ہے۔ ہم اس بارہ میں اسوقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب تک وہ اپنے فعل کو مکمل نہیں کرلیتا۔ یا اُس فعل سے باز نہیں آجاتا۔ فرض کرو وہ شخص جاتا تو قتل کی نیت سے ہی ہے۔ مگر دوسرا شخص اسے ملتا نہیں اور وہ واپس گھر آجاتا ہے۔ تو ہم اسے قاتل نہیں کہیں گے۔ یا اگر وہ تلوار لے کر دوسرے کے سر پر بھی پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر قتل کرنے سے پیشتر اپنے ہاتھ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ تو اس وقت بھی اسے ہم قاتل نہیں کہیں گے۔ بلکہ اگر وہ تلوار سے دوسرے پر حملہ کر بھی دیتا ہے۔ لیکن حملہ کرتے وقت اس کے دل میں خدا تعالےٰ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ضرب کو کمزور کر دیتا ہے۔ تو اس وقت بھی ہم اسے قاتل نہیں کہیں گے۔ کیونکہ ہمارا کوئی حق نہیں۔ کہ کسی کا فعل مکمل ہونے سے پہلے اس کے متعلق کسی

آخری فیصلہ کا اظہار

کریں۔ ایسا وہی کرتا ہے۔ جو جلد باز ہو۔ اور جو سمجھتا ہو۔ کہ اس وقت تو جوش کی حالت ہے پھر نہ معلوم جوش رہے یا نہ رہے۔ بہتر ہے کہ اسی وقت کام کرلیا جائے۔ مگر ایسے انسان کی مدد یا ہمدردی کوئی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہوتی۔

ایک خط اور اس کا جواب

پس اس معاملہ کے متعلق تو میں اتنی ہی بات کہتا ہوں۔ ہاں ایک اور معاملہ ہے۔ جو اس کا شاخ کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ اور میں اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ معاملہ یہ ہے کہ مجھے کل ایک خط موصول ہوا ہے۔ وہ خط ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے۔ جو اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتا ہے۔ اس خط پر ٹکٹ نہیں۔ بلکہ مقامی ڈاک کے ذریعہ سے ملا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مقامی آدمی اُس خط کا لکھنے والا ہے۔ اس خط میں اُس نے بجائے اپنا نام لکھنے کے اپنے آپ کو

”مخلص احمدی“

قرار دیا ہے۔ اس کے احمدی اور پھر مخلص احمدی ہونے کا تو اسی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس نے اپنا نام ہی نہیں لکھا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں اُسی کو مومن قرار دیتا ہوں۔ جو خدا تعالےٰ کے تازہ نشانات پر ایمان رکھتا ہو۔ اور نفاق کا کوئی شائبہ تک اس کے اندر نہ پایا جاتا ہو مگر اس ”مخلص احمدی“ کی یہ حالت ہے کہ ڈر کے مارے اس نے اپنا نام تک ظاہر نہیں کیا۔ ایسے شخص کو ہم احمدی بھی کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ کجا یہ کہ اُسے ”مخلص احمدی“ سمجھا جائے۔ پھر یہ تمام خط عجیب و غریب اضداد سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے لکھتا ہے۔ تم اپنے آپ کو بڑا بہادر کہتے ہو۔ تم بہادر نہیں۔ بلکہ بزدل ہو۔ مگر لطیفہ یہ ہے۔ کہ میں جس نے منبر پر کھڑے ہوکر گورنمنٹ کی غلطی بیان کردی تھی۔ وہ تو اس کی نگاہ میں بزدل ہوا مگر خود اس اعتراض کرنے والے کی یہ حالت ہے۔ کہ ڈر کے مارے اُس نے اپنا نام تک نہیں لکھا۔ کہتے ہیں

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہی اس شخص کی حالت ہے اگر وہ اپنے متعلق لکھ دیتا۔ کہ میں چونکہ منافق ہوں اسلئے اپنا نام ظاہر نہیں کرتا۔ اور پھر میرے متعلق یہ لکھتا۔ کہ تم بزدل ہو تب بھی یہ بات ایسی ہی کسی قدر جچ جاتی۔ گو میرے متعلق بزدلی کا الزام پھر بھی غلط ہوتا۔ کیونکہ میں نے گورنمنٹ کی غلطی کو چھپایا نہیں بلکہ علے الاعلان بیان کیا ہے مگر لطیفہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو تو وہ بہادر کہتا ہے پھر احمدی اور مخلص احمدی بھی کہتا ہے اور حالت یہ ہے کہ ایسا بہادر اور مخلص احمدی خط کے نیچے اپنا نام تک

لکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ مگر میں جس نے منبر پر کھڑے ہوکر تمام باتیں بیان کردی تھیں۔ اس کے نزدیک بزدل ہوں۔ گویا وہ شخص جو یوسوس فی صدور الناس کے مطابق مخفی طور پر وسوسہ اندازی کرے اور گمنام خط لکھے۔ وہ تو مومن اور "مخلص احمدی" ہے۔ مگر جو منبر پر کھڑے ہوکر اپنے خیالات کا اظہار کردے وہ بزدل ہے۔ غرض پہلا لطیفہ تو اس نے یہی کیا۔ مگر اسی ایک لطیفہ پر ہی بس نہیں۔ اس کا

تمام خط اضداد سے بھرا ہوا

ہے۔ پھر بڑے غصہ سے گویا وہ گورنر صاحب کا بڑا عاشق ہے مجھے لکھتا ہے تم گورنر کے متعلق کیا کہتے ہو۔ کیا گورنر تم سے زیادہ شریف نہیں۔ مگر ساتھ ہی اس نے اسی خط پر مجھے لکھا ہے "بخدمت اشرف" یعنی میں اس خط کے ذریعہ سب سے شریف آدمی کو مخاطب کرتا ہوں۔ گویا خط کے اوپر تو مجھے سب سے زیادہ شریف قرار دے دیا اور خط میں یہ لکھا کہ کیا گورنر صاحب تم سے زیادہ شریف نہیں ہیں۔ پھر اس نے اپنے خط میں ناظر امور عامہ کو کوسا ہے۔ اور لکھا ہے کہ سب سے بڑا ظالم جس سے زیادہ ظلم دنیا میں کبھی کسی پولیس نے نہیں کیا۔ زین العابدین ہے جو اپنے آپکو ولی اللہ بھی کہتا ہے۔ پھر لکھتا ہے پولیس والوں کو کوئی سزا ملے یا نہ ملے۔ تم نے خطبہ میں یہ بات بیان کرکے اپنے آپکو ہمیشہ کے لئے ذلیل کرلیا ہے۔ اگر تمہارے اندر عقل ہوتی۔ تو تم اس بات کو چھپاتے۔ مگر تم نے اس بات کو چھپایا نہیں بلکہ خطبہ میں بیان کردیا ہے اور اس طرح ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرلیا ہے۔

میں ان باتوں میں سے جو بات اس نے ولی اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھی ہے اسے چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ اس نے کوئی واقعات نہیں لکھے جن سے ان کا ظلم ثابت ہوتا۔ پس میرے لئے بھی ضروری نہیں کہ میں اس کا جواب دوں۔ البتہ اس نے ایک بات لکھی ہے کہ دفتر والے خطوں کا جواب نہیں دیتے ممکن ہے غلطی سے کسی خط کا انہوں نے جواب نہ دیا ہو۔ مگر اس قسم کی جب بھی میرے پاس

کوئی شکائت آتی ہے۔ میں دفتر والوں سے باز پرس کیا کرتا ہوں۔ اور کوشش کرتا ہوں کہ خط کا جواب جلد دیا جائے۔ اور جب میں دیکھتا ہوں کہ دفتر کی غلطی کی وجہ سے کسی کی بہت دلشکنی ہوئی ہے۔ تو میں اپنے ہاتھ سے اسے خط لکھ کر بھیج دیتا ہوں اور ساتھ ہی معذرت کرتا ہوں کہ دفتر کی وجہ سے آپکو تکلیف ہوئی ہے۔ ممکن ہے ولی اللہ شاہ صاحب کے متعلق بھی اسے کوئی ایسی ہی شکائت ہو۔ مگر بہرحال اس نے چونکہ کوئی واقعہ نہیں لکھا۔ جس سے ان کا ظلم ثابت ہوتا۔ اس لئے اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان کے متعلق کوئی

الزام قائم کیا جائے

تو پھر میں اسکی تحقیق کرا سکتا ہوں۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ نظارتوں کو میں ہمیشہ ڈانٹتا رہتا ہوں۔ لیکن پھر بھی اگر معین رنگ میں ان پر کوئی الزام قائم کیا جائے تو جیسا الزام ہوگا۔ اس کے متعلق ویسی ہی تحقیق کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر چونکہ اس نے کوئی واقعہ نہیں لکھا۔ اس لئے اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر وہ کوئی واقعات لکھے تو ان کے متعلق ولی اللہ شاہ صاحب ہی جواب دے سکتے ہیں۔ میں

صرف دو باتیں

لے لیتا ہوں۔ اور انہی کا اس خطبہ کے ذریعہ جواب دیتا ہوں۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ

اول۔ تم نے خطبہ میں یہ باتیں بیان کرکے اپنے آپ کو ذلیل کرلیا۔

دوم۔ کیا گورنر تم سے زیادہ شریف نہیں

پہلی بات جو ہے کہ خطبہ میں اس واقعہ کو بیان کرکے میں نے اپنے آپ کو ذلیل کرلیا۔ یہ درحقیقت اس نے اپنے اوپر قیاس کرلیا ہے۔ دنیا میں دو قسم کے گروہ ہوتے ہیں۔ ایک گروہ تو وہ ہوتا ہے جس کی انسان بے عزتی کرسکتے ہیں۔ مگر دوسری قسم کا گروہ وہ ہوتا ہے۔ جس کی انسان بے عزتی نہیں کرسکتے۔ بلکہ اپنے خیال میں لوگ اس کی جتنی زیادہ بے عزتی کرتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ اس کی عزت بڑھتی ہے۔

اس "مخلص احمدی" کو

مجھے ایک شخص کے متعلق شبہ ہے کہ اس نے یہ خط لکھا ہے۔ اور جمعہ سے پہلے میں نے

ایک شخص کو وہ خط دیا تھا اور کہا تھا۔ کہ وہ اس بارہ میں تحقیق کرکے خطبہ سے پہلے مجھے اطلاع دے۔ مگر وہ خطبے کے بعد غائب ہوگیا۔ اب وہ بے چارا اپنی تحقیق مکمل کرکے اس وقت آئیگا جب خطبہ ختم ہو جائے گا حالانکہ میں نے اسے کہہ دیا تھا۔ کہ اگر پتہ نہ لگے۔ تب بھی جمعہ سے پہلے مجھے خط واپس کردیا جائے۔ مگر خیر اس خط کو چونکہ میں نے دو دفعہ پڑھا ہے۔ اس لئے اس کا مضمون مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ (خطبہ کے بعد تحقیق ہوگئی ہے کہ جس شخص کے متعلق مجھے شبہ تھا وہی خط لکھنے والا تھا۔ اور اب اس نے اقرار بھی کرلیا ہے۔ مگر اس بارہ میں الگ اعلان کروں گا) میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایک کے نقطۂ نگاہ سے

عزت کا معیار

الگ ہوتا ہے۔ جس گروہ میں وہ شامل ہوتا ہے۔ اس گروہ میں اگر اس کی عزت ہو تو دوسرے کے نزدیک یہ ذلت ہوتی ہے۔ اور اگر وہاں اسکی بے عزتی ہو تو دوسرے کے نزدیک یہ عزت ہوتی ہے۔ مثلاً یہی جنگ جو اس وقت جاری ہے۔ اس میں جو انگریز جرنیل فاتح ہوتا ہے اسکی عزت انگریزوں کے دلوں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ مگر جرمن اور اٹلی والوں کے نزدیک وہ بڑا مغضوب ہوتا ہے۔ اور اسکو وہ گالیاں دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ فلاں جرنیل بڑا خبیث ہے اس نے یہ یہ ظلم کئے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں جرمنوں میں سے جو جرنیل بہادری دکھلاتا۔ اور انگریزوں اور ان کے ساتھیوں کو کسی مقام پر شکست دیتا ہے وہ جرمنوں میں عزت پاجاتا ہے مگر انگریزوں کی نگاہ میں ذلیل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح روس میں جہاں جہاں جرمن فوجیں پہونچی ہیں۔ وہاں جرمنوں کے نزدیک وہ جرنیل جو شہروں کو تباہ کررہے عمارتوں کو گرا رہے۔ آبادیوں کو ویران کررہے۔ اور بڑی بڑی توپوں اور گولوں اور بموں سے ہر جگہ آگ لگاتے جارہے ہیں وہ بہت بڑی عزت کے مالک ہیں مگر روسیوں کے نزدیک وہ لوگ جو تباہ ہورہے ہیں جو جرمنوں کی گولیاں کھا رہے ہیں۔ جن کی لاشوں کے میدانوں اور شہروں میں ڈھیر پڑے ہوئے ہیں وہ عزت کے مستحق ہیں۔ تو عزت اور بے عزتی کسی گروہ سے تعلق

رکھنے یا نہ رکھنے کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک گروہ کے نزدیک ایک چیز ذلت کا موجب ہوتی ہے مگر دوسرے کے نزدیک وہی چیز عزت کا موجب ہوتی ہے۔ یہی

شروع سے دنیا کا حال

چلا آیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام آئے تو شیطان نے انہیں اپنے گھر سے نکلوا دیا۔ اور بڑی بڑی تکلیفیں دیں۔ اور شیطان نے سمجھا۔ کہ اس طرح میری بڑی عزت ہوگی۔ اور آدم ذلیل ہوگا۔ مگر آدم جس گروہ میں سے تھا۔ اس میں اس کی عزت ان تکلیفوں سے اور بھی بڑھ گئی۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ کہ چونکہ آدم نے عزم سے بدی نہیں کی تھی۔ اور چونکہ اسے شیطان کی طرف سے تکلیف پہونچی۔ اس لئے ہم نے اسے بڑی عزت دی۔ پھر نوح علیہ السلام آئے تو انہیں بھی لوگوں نے بڑے بڑے دکھ دیئے۔ انہیں جھوٹا بھی کہا انہیں گالیاں بھی دیں۔ انہیں برا بھلا بھی کہا۔ اور لوگوں کے نزدیک ان کی بڑی ذلت ہوئی۔ وہ جب دیکھتے کہ نوح کو گالیاں پڑ رہی ہیں۔ انہیں کافر اور کذاب کہا جارہا ہے۔ تو وہ کہتے کہ خدا ایسا دن کسی کو نہ دکھائے۔ یہ تو بہت ذلیل ہوا ہے مگر نوح علیہ السلام کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر پتھر جو ان پر پڑتا۔ ہر گالی جو انہیں دی جاتی۔ اسے وہ بڑی خوشی سے قبول کرتے۔ اور کہتے اللہ اللہ خدا یہ دن ہمیں اور بھی دکھلائے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام آئے۔ انہیں دشمنوں نے گالیاں بھی دیں۔ انہیں جھوٹا بھی کہا۔ انہیں مارا پیٹا بھی گیا۔ بلکہ دشمنوں نے انہیں گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا۔ اب اس وقت کے دیکھنے والے یہی کہتے ہوں گے۔ کہ کیا ہی وہ بری ماں تھی جس نے ایسا بچہ جنا۔ اور کیسا ہی وہ بدقسمت باپ تھا جس کے ہاں ایسا لڑکا پیدا ہوا۔ ہمارے گھر کے دروازہ پر تو صرف آرمڈ پولیس چند گھنٹے کھڑی رہی تھی۔ مگر وہاں تو دشمنوں نے گھسیٹ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ اب بتاؤ کیا وہاں زیادہ ذلت ہوئی تھی۔ یا میری زیادہ ذلت ہوئی ہے۔ یہ نصیحت کرنے والا مجھے لکھتا ہے۔ کہ تم نے کتنی بڑی بیوقوفی کی۔ کہ منبر پر کھڑے ہوکر اس واقعہ کو بیان کردیا۔

اور وہ نادان یہ نہیں دیکھتا کہ میں نے تو صرف منبر پہ کھڑے ہو کر اسے بیان کیا تھا۔ مگر ابراہیمؑ کے واقعہ کو خدا تعالےٰ نے عرش پہ بیان کیا ہے پس وہی فعل جو نمرود اور اس کے ساتھیوں کے نزدیک ذلت کا موجب تھا۔ خدا کے نزدیک ابراہیمؑ کی عزت کا باعث تھا۔ اسی لئے خدا نے عرش پہ اس کا ذکر کیا اور کہا کہ دنیا کی نگاہ میں بے شک ابراہیمؑ ذلیل ہوا۔ مگر ہماری نگاہ میں وہ ذلیل نہیں ہوا بلکہ پہلے سے کئی گنا زیادہ اس کی عزت ہمارے ہاں بڑھ گئی ہے اور

اصل عزت

وہی ہوتی ہے۔ جو خدا اور رسول اور مومنوں کی نگاہ میں کسی کو حاصل ہو۔ پس جب ابراہیمؑ کو دنیا میں گالیاں دی گئیں تو خدا تعالےٰ کے نزدیک ابراہیمؑ کی عزت اور بھی بڑھ گئی اور جہاں عرش پہ ابراہیمؑ کا پہلے نام لکھا ہوا تھا۔ خدا نے اس نام کو مٹا کر فرشتوں سے کہا کہ ابراہیمؑ کا نام اور اوپر لکھو۔ پھر جب انہیں گھسیٹ کر آگ میں ڈالا گیا تو خدا تعالےٰ نے اپنے فرشتوں سے پھر کہا۔ کہ یہاں سے بھی ابراہیمؑ کا نام مٹا دو اور اوپر لکھو۔ پس منبر پہ اس واقعہ کو بیان کرنے سے میری کہاں ذلت ہوئی۔ جب خدا نے ابراہیمؑ کے واقعات کو عرش پہ بیان کیا۔ بلکہ قرآن میں انکا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہیں یہ یہ ماریں پڑی تھیں اور یہ یہ گالیاں دی گئی تھیں۔

پھر موسےٰ علیہ السلام آئے اسوقت کیا کیا طعنے تھے جو فرعون نے انہیں دیئے۔ اور کسطرح اس نے آپ کو اپنی طرف سے ذلیل کیا قرآن میں لکھا ہے فرعون نے انہیں طعنے دیئے اور کہا کہ تو ہماری روٹی کھاتا رہا۔ ہمارے دیئے ہوئے کپڑے پہنتا رہا۔ ہم نے تجھے پالا پوسا اور بڑا کیا۔ اب تو ہمارا ہی نمک خوار ہو کر ہمارے سامنے باتیں کرتا ہے کتنی تذلیل ہے جو دنیا کی نگاہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ہوئی۔ کہ جس کے گھر وہ پلے تھے جس کے مکان میں وہ رہے تھے۔ جس کے دیئے ہوئے کپڑوں کو وہ پہنتے رہے تھے اور جس کی دی ہوئی روٹی وہ کھاتے رہے تھے وہی انہیں کہتا ہے کہ کیا تجھے شرم نہیں آتی۔ اب تو ہمارے سامنے ہی باتیں کرتا ہے مگر پھر خدا نے ان باتوں کو چھپایا تو نہیں بلکہ اس نے مزے لے لے کر عرش پہ ان کو بیان کیا۔ اور اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر کیا کیا اس لئے کہ موسیٰؑ کی بے عزتی ہو؟ یا اس لئے کہ فرعون کی گالیاں موسیٰؑ کی عزت کا موجب تھیں۔ یقیناً خدا نے عرش پہ ان باتوں کو اسی لئے بیان کیا۔ کہ فرعون کی گالیاں خدا تعالےٰ کے نزدیک موسیٰؑ کی ذلت نہیں بلکہ عزت تھی۔ کیونکہ موسیٰؑ فرعون کی بادشاہت میں نہیں رہتے تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں رہتے تھے۔ فرعون جس قدر موسیٰؑ کی تذلیل کی کوشش کرتا۔ اسی قدر موسیٰؑ کی عزت بڑھتی۔ اور خدا تعالےٰ خوش ہوتا۔ اسی لئے مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان باتوں کو

بار بار بیان کریں

چنانچہ اب رمضان میں جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو گے۔ تو اس میں بار بار یہی باتیں آئیں گی۔ کہ فرعون نے موسےٰؑ کو یوں گالیاں دیں۔ اور یوں بُرا بھلا کہا۔ اسی طرح تم نمازوں میں ان آیات کو بار بار پڑھو گے۔ مگر اس لئے نہیں کہ موسےٰؑ کی بے عزتی ہو۔ بلکہ اس لئے کہ موسےٰؑ کی عزت بڑھے۔ کیونکہ دشمنوں کی گالیاں گو دنیا کی نگاہ میں ذلت کا موجب ہوں۔ مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک عزت کا موجب ہوتی ہیں۔

پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئے۔ ان کی کتاب انجیل کو پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ یہودیوں نے ان کے مونہہ پر تھوکا۔ ان کے سر پہ کانٹوں کا تاج بنا کر رکھا۔ انہیں گالیاں دیں۔ انہیں مارا پیٹا۔ اور پھر صلیب پر انہیں لٹکا دیا۔ میرا خطبہ تو کہاں تک شائع ہوگا۔ انجیل وہ کتاب ہے جو ہر سال دس کروڑ کی تعداد میں شائع ہوتی ہے۔ اب اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت تک کتنے ارب دفعہ یہ واقعات دنیا کے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ کہ لوگوں نے حضرت عیسےٰؑ کے مُنہ پہ تھوکا۔ ان کے سر پہ کانٹوں کا تاج بنا کر رکھا۔ ان کے جسم میں برچھیاں ماریں یہانتک کہ خدا تعالےٰ نے یہودیوں کے اس جھوٹے الزام کو بھی نہیں چھپایا۔ کہ عیسےٰؑ کی ماں (نعوذ باللہ) فاسقہ فاجرہ اور بدکار تھی۔ اور حضرت عیسےٰ کی ولادت ناجائز تھی۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آئے۔ تو آپ کو بھی دشمنوں نے بڑی بڑی تکلیفیں دیں۔ ایک دفعہ ایک کافر نے آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اس زور کے ساتھ کھینچا کہ آپ کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور آپ کا دم رکنے لگا۔ ایک دفعہ آپ سجدہ میں تھے کہ کفار نے آپ پر غلاظت ڈال دی مگر ان واقعات کو نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چھپایا۔ اور نہ مسلمانوں نے۔ بلکہ انہوں نے ان واقعات کو بیان کیا۔ اور بار بار بیان کیا یہاں تک کہ بخاری اور مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مسلمانوں نے ان باتوں کو نقل کیا۔ اور لوگ ہمیشہ انہیں پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر قرآن نے بھی ان باتوں کو چھپایا نہیں بلکہ وہ بھی بار بار کہتا ہے۔ کہ یہ کافر تجھے ساحر کہتے ہیں تجھے کذاب کہتے ہیں۔ تجھے مفتنی کہتے ہیں۔ تجھے مفتری کہتے ہیں۔ کیا دشمنوں کی یہ ذلیل حرکات زیادہ ہیں یا وہ واقعات زیادہ سخت ہیں جو میرے ساتھ پیش آئے۔ میں نے تو صرف یہ بیان کیا تھا کہ ایک موقع پر ان سپاہیوں نے مجھے کہا کہ "انہاں دا کی اعتبار ہے جو چاہن گل بنا لیں" یعنی ان کا کیا اعتبار ہے جو جی چاہے گا ہمارے خلاف بات بنا لیں گے مگر قرآن تو اس سے بہت زیادہ سخت کفار کے الفاظ نقل کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ ان کفار نے کہا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) کذاب ہیں۔ مفتری ہیں۔ فریبی ہیں۔ ساحر ہیں۔ اب کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس ایک فقرہ سے تو ہماری ہتک ہو گئی۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری اور کذاب کہے جانے سے ان کی ہتک نہ ہوئی بلکہ خدا نے ان کو اپنی آخری کتاب میں جو قیامت تک بار بار پڑھی جانے والی ہے نقل کر دیا اور اس طرح ان گالیوں کو چھپایا نہیں بلکہ سب کے سامنے ان کو رکھ دیا پس اس "مخلص احمدی" کو یاد رہے کہ ہمارا قبیلہ بڑا سخت جان ہے۔ ہمیں گالیاں نزیانی ہو کر لگا کرتی ہیں۔ البتہ جس خاندان کا وہ آدمی ہے اسے گالیاں بہت بری معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ گالیاں ابو جہل اور یزید وغیرہ کو تو برا لگا کرتی تھیں مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو بری نہیں لگتی تھیں۔ پس ہمارا خاندان ان گالیوں کو چھپاتا نہیں اور نہ ہی اسے بری لگتی ہیں بلکہ ہمیں جتنی زیادہ گالیاں دی جائیں اتنی ہی زیادہ خدا تعالےٰ کے حضور ہماری عزت بڑھتی۔ اور اس کے رجسٹر میں ہمارا نام زیادہ اعزاز کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ہتک اس کی ہے جو ہمارے ساتھ ٹکراتا ہے اور ذلت اس کی ہے جو ہمارے مقابلہ میں بدگوئی اختیار کرتا ہے پس اسمیں ہماری ہتک کا کوئی سوال نہیں۔ البتہ وہ شخص جو ہمارے ساتھ ٹکرائے گا وہ

وہ اپنی ہتک آپ کرے گا

ورنہ ہماری تو دنیا کے سارے بادشاہ مل کر بھی ہتک نہیں کر سکتے جس طرح ربڑ کا گیند جب زمین پر پھینکا جاتا ہے تو وہ اور زیادہ اُچھلتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کے بندوں کو جب بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ تو ان کی عزت پہلے سے بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر ان کی کوئی ہتک کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لوگوں نے اپنے خیال میں جو ہتک کی اسے خدا نے ہتک قرار نہیں دیا۔ اگر ہتک قرار دیتا تو قرآن کریم میں ان واقعات کا ذکر کیوں کرتا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت عیسےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جنہوں نے اپنے خیال میں ہتک کی اسے خدا نے ہتک نہیں سمجھا حالانکہ اس واقعہ سے بیسیوں گنا زیادہ ذلت پہنچانے کی وہاں کوشش کی گئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی دیکھ لو۔ آپ پر پتھر بھی پڑے آپ کو گالیاں بھی دی گئیں۔ آپ کے خلاف بدزبانی بھی کی گئی۔ آپ کے خلاف مقدمات بھی کئے گئے۔ اور آپ کے خلاف بڑے بڑے اشتہار۔ رسائل اور کتابیں بھی لکھی گئیں۔ مگر آپ نے ان باتوں کو چھپایا نہیں بلکہ سب باتیں اپنی کتابوں میں بیان کر دیں یہانتک کہ آپ نے کتاب "البریہ" میں وہ تمام گالیاں بھی جمع کر دیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہندوؤں۔ عیسائیوں اور سکھوں کی طرف سے دی گئی تھیں۔ اسی طرح آپ نے ان گالیوں کو بھی جمع کر دیا۔ جو ہندوؤں عیسائیوں اور عام مسلمانوں کی طرف سے آپ کو دی گئی تھیں۔ اس وقت اسی قسم کے بعض "مخلص" غیر احمدیوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا محض اس بنا پر کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں ہندوؤں اور سکھوں کی ان گالیوں کو نقل کیوں کیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھیں۔ انہیں تو چاہئیے تھا کہ ان گالیوں کو چھپاتے۔ ان نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

مخالفین کی گالیاں

جمع کرنے سے آپ کی عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں کیونکہ عزت وہی ہے جو خدا کی طرف سے ملے مجھ سے کئی دفعہ انگریز افسروں نے خواہش کی ہے کہ اگر آپ پسند کریں۔ تو حکومت سے آپ کو کوئی خطاب دلوا دیا جائے۔ مگر میں نے ہمیشہ انہیں یہی کہا ہے کہ مجھے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے خطاب ملا ہوا ہے۔ وہی میرے لئے کافی ہے۔ اسکے سوا مجھے کسی خطاب کی ضرورت نہیں۔ اگر میں گورنمنٹ کے خطابات کو اپنے لئے عزت کا موجب سمجھتا۔ تو اس قسم کی پیشکش کو کیوں ٹھکرا دیتا۔ میرا ایسا کرنا بتلاتا ہے۔ کہ میں گورنمنٹ کی دی ہوئی کسی عزت کو اپنے لئے عزت نہیں سمجھتا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ ترک حرمین کے محافظ نہیں۔ بلکہ حرمین ترکوں کے محافظ ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے گو ظاہر میں جماعت احمدیہ کی حفاظت کا کام انگریزوں کے سپرد کیا ہوا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ

ہم اس کے محافظ ہیں

اور ہماری خاطر ہی خدا تعالےٰ ان سے نرمی کا معاملہ کر رہا ہے۔ مگر کہتے ہیں ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہر شخص کی ہمت اور استعداد کے مطابق اسکے فکر کی بلندی ہوتی ہے۔ یہ نادان بھی سمجھتا ہے کہ انگریزوں کی پولیس چونکہ اس دن ہماری کوٹھی میں گھس آئی تھی۔ اور کئی گھنٹے تک ہمارے دروازہ پر کھڑی رہی۔ اس لئے اس واقعہ سے ہماری ہتک ہو گئی۔ حالانکہ ہماری ہتک صرف خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے ہوتی ہے۔ اور کسی چیز سے نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کے واقعات سے ہماری عزت خدا تعالےٰ کے حضور بڑھتی ہے۔ پھر اگر یہ ہتک ہے تو ہم سے بڑھکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہوئی ہے کیونکہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل گاڑے گئے تھے اور انہیں دشمنوں نے صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ مگر پھر خدا نے اس بات کو چھپایا تو نہیں۔ بلکہ اس نے اپنی کتاب میں اس کو بیان کیا۔ پس ہماری ہتک کا کوئی سوال نہیں

ہمارا قبیلہ بہت سخت جان ہے

البتہ جس قبیلہ سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ وہ یہ سمجھا کرتا ہے کہ اگر نمبردار بول پڑا تو ہتک ہو جائیگی تھانیدار بول پڑا تو ہتک ہو جائیگی۔ ڈپٹی کمشنر بول پڑا۔ تو ہتک ہو جائیگی۔ مگر ہمارے لئے یہ باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ اور نہ ہم ان کی عزت کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔ ہماری عزت وہی ہے۔ جو ہمیں خدا تعالےٰ کے دربار میں حاصل ہے۔ اور ہماری بے عزتی بھی اگر ہو سکتی ہے تو خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے ہی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہماری ہتک کا موجب نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا۔ اس کا ایک طرف مجھے اشرف کہنا اور دوسری طرف یہ لکھنا کہ کیا گورنر تم سے زیادہ شریف نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

شرافت بھی ایک نسبتی چیز ہے

اور ہر قوم کے نزدیک شرافت کا الگ الگ معیار ہوا کرتا ہے۔ انگریزوں کے نزدیک بڑا اشرف وہ ہے جو نہایت معزز انگریز ہو۔ مگر وہ معزز انگریز فرانسیسوں کے نزدیک اشرف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فرانسیسوں کے نزدیک اشرف وہ ہوگا۔ جو نہایت معزز فرانسیسی ہو۔ پھر وہ معزز فرانسیسی بیشک فرانسیسوں کی نگاہ میں اشرف ہوگا۔ مگر جرمنوں کے نزدیک اشرف نہیں ہوگا۔ بلکہ جرمنوں کے نزدیک اشرف وہ ہوگا جو نہایت معزز جرمن ہو۔ دور کیوں جاتے ہو۔ اپنی اپنی قوموں کو ہی دیکھ لو۔ کہ ایک قوم کے نزدیک ایک اشرف ہوتا ہے، تو دوسری قوم کے نزدیک دوسرا۔ ایک کشمیری عورت تھی اور اس کی ایک جوان لڑکی تھی۔ اس لڑکی کی شادی کا سوال پیدا ہوا۔ تو اس نے مجھے کہا۔ کہ آپ اس کیلئے کوئی رشتہ تلاش کر دیں۔ ہماری جماعت کے ایک احمدی دوست جو غالباً سیّد تھے یا کسی اور معروف قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے اب صحیح طور پر یاد نہیں رہا۔ میں نے ان کے متعلق وہاں تحریک کی۔ تو اس لڑکی کی والدہ اپنے دانتوں تلے انگلی دبا کر کہنے لگی۔ "ساڈے لئی ایسی کمینی ذاتاں ہی رہ گیاں ہن" یعنی ہمارے لئے کیا اب ایسی ہی کمینہ ذاتیں رہ گئی ہیں۔ گویا اس کے نزدیک یہ اس کی شدید ترین ہتک تھی۔ کہ وہ اپنی لڑکی کسی سیّد سے بیاہ دے اسی طرح ایک اور نوجوان دوست ایکدفعہ میرے پاس آئے۔ وہ اب فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالےٰ انکی مغفرت فرمائے۔ کہنے لگے۔ کہ میری ایک ہمشیرہ ہیں اسکے رشتہ کا آپ کہیں انتظام کر دیں۔ اور یہ معاملہ کلیتہً اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ میرے والد صاحب کی بھی یہی خواہش ہے کہ اسکا رشتہ آپکے ذریعہ ہو۔ میں نے کہا۔ رشتہ کے متعلق آپ کی کوئی شرط ہو۔ تو مجھے بتا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں آپکو کوئی اعتراض پیدا ہو۔ کہنے لگے قومیت کی کوئی شرط نہیں۔ کسی شریف قوم کا نوجوان ہو۔ میں نے کہا۔ شریف کا جو مطلب میں سمجھتا ہوں ممکن ہے وہ مطلب آپ نہ سمجھتے ہوں۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ اس کی بھی تشریح کر دی جائے۔ کہنے لگے۔ شریف سے مراد وہی لوگ ہیں جنہیں عرفِ عام میں شریف سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی شرط نہیں کہ فلاں قوم میں سے ہو اور فلاں قوم میں سے نہ ہو۔ میں نے کہا ہمارے ملک میں دو قسم کے لوگ شرفاء کہلاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ جیسے سیّد ہیں۔ مغل ہیں۔ پٹھان ہیں۔ قریشی ہیں۔ اور ایک وہ ہیں جو پہلے ہی یہاں رہتے تھے جیسے براہمن یا راجپوت وغیرہ ہیں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔ اگر ان قوموں میں سے کسی قوم کا رشتہ آپ کو مل جائے۔ وہ کہنے لگے۔ بالکل نہیں۔ کوئی ہو۔ مغل ہو۔ پٹھان ہو قریشی ہو براہمن ہو۔ راجپوت ہو۔ میں نے اس پر پھر اپنی بات کو دہرایا۔ اور کہا۔ کہ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ عرفِ عام میں شریف قومیں باہر سے آنیوالوں میں سے تو سیّد ہیں مغل ہیں پٹھان ہیں قریشی ہیں۔ اور اس ملک کے باشندوں میں سے براہمن یا راجپوت ہیں۔ جنمیں جاٹ بھی شامل ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ بالکل درست ہے۔ کوئی ہو مغل ہو۔ پٹھان ہو۔ قریشی ہو۔ براہمن ہو۔ راجپوت ہو۔ مجھے اس پر خیال آیا۔ کہ میں نے دو دفعہ ان کے سامنے اپنی بات کو دوہرایا ہے۔ اور دونوں دفعہ ہی جواب میں یہ سیّدوں کو چھوڑ گئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؛ چنانچہ میں نے ان سے کہا۔ کہ میں نے آپکے سامنے دو دفعہ اپنی بات دوہرائی ہے۔ اور دونوں دفعہ جواب دیتے ہوئے آپ سیّدوں کو چھوڑ گئے ہیں۔ آیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے یا جان بوجھ کر آپ نے انکا نام نہیں لیا۔ اس پر وہ ہنس کر کہنے لگے۔ میں نے جان بوجھ کر ان کا نام نہیں لیا۔ کیونکہ ہمارے علاقہ میں

سیّدوں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے

اور عام طور پر لوگ نہیں فقیر سمجھتے ہیں۔ اب بتاؤ شریف ہونے کا کوئی ایک معیار کس طرح مقرر کیا جا سکتا ہے۔ پس۔ اگر شرافت قومی مراد ہے اور یہ اعتراض کرنے والا اگر انگریز زادہ ہے۔ تو اسکے نزدیک انگریز ہی اشرف ہونگے۔ اگر ہندوستانی ہے۔ تو ہندوستانی۔ اور اگر جرمن یا فرانسیسی ہے، تو جرمن یا فرانسیسی۔ مگر ہمارے قرآن نے قومیت کو شرافت کا معیار نہیں مقرر کیا۔ بلکہ

تقویٰ کو شرافت کا معیار

مقرر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک جو بڑا مومن ہوگا۔ وہی سب سے زیادہ شریف ہوگا۔ اس نکتۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو پھر اس خط کے لکھنے والے کو اس امر کا فیصلہ کرنا پڑیگا۔ کہ کیا عیسائی زیادہ عقائد صحیحہ اور اسلامی اصول پر قائم ہیں یا احمدی۔ اگر اس کے نزدیک عیسائی اسلام کے بتائے ہوئے اصول تقویٰ پر قائم ہیں۔ تو اس کے عقیدہ کے مطابق وہی زیادہ شریف ہونگے لیکن اگر ہم عقائد صحیحہ پر نسبتاً زیادہ قائم ہیں۔ تو ہم عیسائیوں کی نسبت زیادہ شریف ہونگے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ ہمیں دینی لحاظ سے عقائد صحیحہ پر کامل طور پر قائم سمجھے۔ میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر احمدیت کی سچائی پر اسکا ایمان ہے۔ اور وہ نسبتی طور پر عیسائیوں کی نسبت مجھے عقائد صحیحہ پر زیادہ قائم سمجھتا ہو۔ چاہے یوں وہ مجھے کتنا ہی بُرا اور گندا خیال کرتا ہو۔ تو بہرحال عیسائیوں کی نسبت اُسے مجھے اتقیٰ قرار دینا پڑیگا۔ اور قرآنی فیصلہ کے مطابق اکرم بھی۔ یہ الگ بات ہے، کہ اسکے نزدیک مجھ میں بعض غلطیاں ہیں۔ پس میں اس بات کا فیصلہ اسی پر چھوڑتا ہوں۔ اگر اس کے نزدیک قرآن کریم کی بات صحیح ہے۔ تو جس میں وہ بات زیادہ پائی جائیگی جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے مسلمانوں کے نزدیک وہی زیادہ شریف ہوگا۔ اگر عیسائیوں میں پائی جاتی ہوگی۔ تو وہ زیادہ شریف ہونگے۔ اور اگر مجھ میں پائی جاتی ہوگی۔ تو میں زیادہ شریف ہونگا۔ ہاں عیسائیوں کے عقیدہ کی رو سے ایک عیسائی زیادہ شریف ہوگا۔ اور اس کے مقابل پر ایک مسلمان خواہ کیسا ہی اسلام کا پابند ہو کم شریف ہوگا۔ پس اس کی ان

دو باتوں کا جواب

میں نے دیدیا ہے۔ باقی باتوں کا میں جواب نہیں دے سکتا۔ اگر وہ واقعات لکھتا اور بتاتا کہ فلاں فلاں پر ناظر امور عامہ کی طرف سے یہ ظلم ہوا ہے۔ تو میں ان کے متعلق تحقیق کرتا مگر چونکہ اس نے کوئی واقعات بیان نہیں کئے۔ اس لئے اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ باقی جیسا کہ میں نے بتایا ہے، اس کا خط اضداد سے بھرا ہوا ہے۔ ایک طرف وہ مجھے "مخدومت اشرف" لکھتا ہے۔ اور دوسری طرف مجھے ذلیل قرار دیتا ہے۔ اسی طرح ایک طرف وہ اپنے آپکو "مخلص احمدی" اور بڑا بہادر قرار دیتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ اپنا نام تک ڈر کے مارے ظاہر نہیں کر سکتا۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ اس خط کے متعلق ہمیں بعض شبہات ہیں اور ایک شخص کے متعلق ہمارا خیال ہے۔ کہ اس نے یہ خط لکھا ہے۔ مگر ابھی یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ (اس خطبہ کے بعد یقینی طور پر ثابت ہو گیا ہے۔ کہ وہی شخص ہے جسکے بارہ میں مجھے شبہ تھا۔ اور اس نے اقرار کر لیا ہے) البتہ اسقدر بات بالکل واضح ہے۔ کہ یہ کسی منافق کا لکھا ہوا خط ہے۔ اور قادیان میں اس قسم کے

بعض منافق

پائے جاتے ہیں۔ ہمیں ان کا اچھی طرح علم ہے ہم انکی پارٹیوں کو جانتے ہیں۔ ہمیں ان مجلسوں کا علم ہے جہاں وہ بیٹھتے ہیں۔ مگر ہم رحم کی وجہ سے گرفت نہیں کرتے رہتے اور خیال کرتے ہیں۔ کہ شائد ان کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن وہ ہمارے رحم سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ رحم بھی ایک حد تک ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی وقت ایسا بھی آ جاتا ہے۔ جب اس قسم کے آدمی پکڑے

جماعت احمدیہ کے گزشتہ ہفتہ کے اہم واقعات

(۱)

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت اس ہفتہ چار پانچ روز بحارضہ بخار ناساز رہی۔ بخار کا پہلا حملہ ۱۳ تبوک کو ہوا۔ درجہ حرارت ۱۰۰ تک تھا۔ ۱۵-۱۷-۲۱ اور ۲۲ تبوک کو بھی حرارت کی شکائت رہی۔ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔

اس ہفتہ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی امیر کوٹلہ سے۔ سیدہ ام طاہر احمد حرم ثانی حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ و بیگم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ڈلہوزی سے۔ اور خان محمد عبد اللہ خانصاحب معہ بیگم صاحبہ دہلی سے تشریف لائے۔

حرم اول حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ دو روز بخار سے بیمار رہیں۔ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ بنت حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو گردن کے عضلات میں درد کی دو دن شکایت رہی۔ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیمار رہیں۔ احباب ان سب کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(۲)

قادیان میں رمضان المبارک کا چاند ۲۲ تبوک کو ہوا۔ اور پہلا روزہ ۲۳ تبوک بروز منگل رکھا گیا۔ اس موقعہ پر نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے قادیان کی تمام مساجد میں نماز تراویح پڑھانے کے لئے حفاظ مقرر کر دئیے گئے ہیں مسجد مبارک میں تراویح سحری کے وقت پڑھائی جاتی ہیں۔ اور باقی مساجد میں عشاء کے بعد۔ اسی طرح مسجد اقصےٰ میں قرآن کریم کے درس کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ آجکل مولوی ظہور حسین صاحب درس دے رہے ہیں۔ دوسرے عشرہ میں قاضی محمد نذیر صاحب دیں گے۔ اور آخری عشرہ میں جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے مسجد اقصےٰ میں نماز فجر کے بعد صحیح بخاری کا درس دینا شروع کر دیا ہے۔

(۳)

اس ہفتہ ۲۱ ماہ تبوک کو سورج گرہن ہوا۔ اسلامی ہدایات کے مطابق مقامی احباب نے صلوٰۃ کسوف ادا کی۔ مسجد اقصےٰ میں بعد نماز کسوف حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے ایک تقریر کی جس میں صلوٰۃ کسوف و خسوف سے متعلقہ امور پر روشنی ڈالی۔

(۴)

ڈلہوزی میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی کوٹھی پر پولیس نے جو خلاف قانون حرکات کیں۔ اور جن کا تفصیلی ذکر حضور اپنے گزشتہ خطبہ میں فرما چکے ہیں۔ اس سے پیدا شدہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے حضور نے باہر سے بعض نمائندگان جماعت کو طلب فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۴ تبوک کو ان کے ساتھ بعض مقامی احباب کو بھی شریک مشورہ کر کے متعلقہ معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا۔

(۵)

بعض اخبارات میں خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ ڈسٹرکٹ پولیس راولپنڈی نے بھاری جمعیت کے ساتھ مری کے ایک احمدی نوجوان کے مکان پر چھاپہ مار کر اس کے قبضہ سے کمیونسٹ لٹریچر برآمد کیا۔ اور اسے گرفتار کر کے قواعد تحفظ ہند کے ماتحت عدالت میں چالان کر دیا ہے۔ لیکن اس بارہ میں تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ مری میں کسی احمدی سے متعلق اس قسم کا واقعہ نہیں ہوا۔

(۶)

ایران میں موجودہ انقلاب کے پیدا ہونے پر "الفضل" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف توجہ دلائی جو "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ مگر یہ مضامین اس وقت لکھے گئے۔ جب ابھی شاہ ایران تخت حکومت سے دست بردار نہیں ہوئے تھے۔

"الفضل" ۲۳ ستمبر میں ایک اور مضمون لکھا گیا۔ جس میں بتایا گیا۔ کہ اتحادیوں کے ساتھ شرائط صلح طے ہو جانے اور ان کو قبول کر لینے کے بعد شاہ ایران کا تخت و تاج سے علیحدہ ہو جانا فی الواقعہ ایک ایسا امر ہے۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ مگر قدرت خداوندی چونکہ امور دین کی صداقت کے اظہار کے لئے ہمیشہ ایسے ہی محیر العقول واقعات پیش کیا کرتی ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر بھی خدا نے ایسا نشان دکھایا۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا

(۷)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام پندرھواں وقار عمل ۱۹ ماہ تبوک کو منایا گیا۔ مقام عمل نصرت گرلز سکول والی سڑک تھی۔ کام سات بجے صبح سے دس بجے تک ہوا۔ اور ۵ ہزار مکعب فٹ مٹی گڑھے میں ڈالی گئی۔ مجلس خدام الاحمدیہ دہلی اور امرتسر بھی خدمت خلق کے شعبہ میں مفید خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ دہلی کے ایک "وقار عمل" کے متعلق جو بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں منایا گیا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب اپنے اخبار "منادی" میں لکھتے ہیں :-

"ان لوگوں نے مزدوروں کی طرح پھاوڑے لے کر راستہ صاف کیا۔ ان میں وکیل بھی تھے۔ اور بڑے بڑے عہدوں کے سرکاری نوکر بھی تھے۔ اور مرزا صاحب کے قرابت دار بھی تھے۔ ان کے اس مظاہرے کا درگاہ کے زائرین اور حاضرین پر بہت اثر ہوا"

(۸)

تحریک جدید کا ساتواں سال اب قریب الاختتام ہے۔ جو دوست ابھی تک چندہ تحریک ادا نہیں کر سکے۔ ان کے متعلق فنانشل سیکرٹری صاحب اعلان کر چکے ہیں۔ کہ انہیں ستمبر کے مہینہ میں یا تو یکمشت اپنا چندہ ادا کر دینا چاہیئے۔ اور اگر یکمشت ادا کرنے کی توفیق نہ ہو۔ تو باقساط ادا کرنا شروع کر دینا چاہیئے اور کوئی نہ کوئی قسط اس مہینہ میں ضرور داخل کرا دینی چاہیئے۔ تا یہ سمجھا جا سکے کہ ان کا ارادہ ادا کرنے کا ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ اس وقت کوئی قسط بھی ادا نہ کر سکیں۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ دفتر فنانشل سیکرٹری تحریک جدید سے خط و کتابت کر کے چندہ کی ادائیگی کے متعلق تصفیہ کرا لیں اور اگر میعاد میں اضافہ چاہتے ہیں تو اضافہ کرا لیں۔ جو بقایا دار دوست ان میں سے کوئی طریق اختیار نہیں کریں گے۔ ان کے نام مجبوراً ۳۰ ستمبر کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں پیش کر دئیے جائیں گے۔ کیونکہ حضور فرما چکے ہیں۔ کہ ایسے نادہندگان کے نام مطبوعہ شائع کئے جائیں گے تاکہ لوگوں کو عبرت پیدا ہو۔

(۹)

امسال جلسہ سالانہ کا بجٹ پچیس ہزار روپیہ مقرر کیا گیا ہے۔ مگر ناظر صاحب بیت المال فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت تک وصولی صرف ۲۴۰۲ روپیہ ہوئی ہے۔ اور بعض بڑی بڑی شہری جماعتوں کے افراد نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ جلسہ سالانہ کی اہمیت احباب سے پوشیدہ نہیں۔ اور چونکہ اب جلسہ بالکل قریب آ رہا ہے۔ اس لئے تمام دوستوں کو اس چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

(۱۰)

اس ہفتہ "الفضل" کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا ؎ ایک مختصر سا مضمون جو واقعہ ڈلہوزی کے متعلق تھا شائع کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ کئی اہم مضامین شائع کئے گئے۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible]

ہفتہ جنگ کے اہم حالات

جنگ روس و جرمنی

افسوس ہے کہ قلت گنجائش کی وجہ سے ہم اس مفید سلسلہ کو گذشتہ چند پرچوں میں جاری نہ رکھ سکے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی جنگ روس کے محاذ پر لڑی جا رہی ہے اور ان ایام میں اس جنگ کا ایک خاص اور نہایت اہم واقعہ کیف پر جرمن فوجوں کا قبضہ ہے۔ روس کے تین اہم شہروں یعنی کیف لینن گراڈ اور ماسکو پر قبضہ کرنا جرمنوں کا شروع جنگ سے مقصد چلا آیا ہے جن میں سے کیف فتح ہو چکا۔ اور اس طرح ہٹلر کا ایک پرانا اور دل پسند خواب پورا ہو گیا۔ کیف کی تسخیر کی اہمیت کو کم کر کے دکھانا عاقبت نا اندیشی کی بات ہے کیونکہ روس کے اس علاقہ کا جس سے اسے جنگی سامان مہیا ہوتا ہے۔ اکثر حصہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ یوکرین کا بھی ایک کثیر حصہ ان کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ اور اب وہ ایسی پوزیشن میں ہیں۔ کہ باقی ماندہ علاقہ پر ان کے قبضہ کے قوی امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ روسی ذرائع سے حاصل کردہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ اس محاذ پر جرمنوں کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ مسٹر چرچل نے مستند معلومات کی بنا پر کہا ہے کہ روس کے ساتھ تین ماہ کی جنگ میں جرمنی کو قریباً پچیس لاکھ سپاہیوں کا نقصان ہو چکا ہے حالانکہ گذشتہ جنگ کے پورے ایک سال میں بھی اتنا نقصان نہ اٹھانا پڑا تھا۔ ۱۸ء میں جرمنوں کے مقتولوں۔ مجروحوں اور قیدیوں کی کل تعداد چودہ لاکھ تھی۔ اور ساری جنگ میں ۷۰ لاکھ روسی سفیر مقیم لنڈن کا اندازہ ہے کہ روسی محاذ پر اب تک جرمنی کے ۸۵۰۰ ہوائی جہاز تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر ان شدید نقصانات سے جب کہ روسی سفیر مقیم لنڈن ایم میسکی نے امریکن چیمبر آف کامرس میں ۲۴ ستمبر کو تقریر کرتے ہوئے کہا۔ گو ہٹلر کا جنگی پروگرام درہم برہم ہو چکا ہے۔ مگر اس کی فوجی طاقت ابھی کافی مضبوط ہے اور روس کو سخت مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے

اس وقت یہ لڑائی لینن گراڈ کے دروازوں پر لڑی جا رہی ہے دونو طرف سے اس شہر کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی گئی ہے۔ جرمن سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور روسی بھی ایک ایک قدم پر اپنی جانوں پر کھیل کر مزاحمت کر رہے ہیں۔ اور اب کہنا چاہئیے۔ یہ لڑائی نہ صرف روس بلکہ بنی نوع انسان کے مستقبل کا بھی فیصلہ کر دے گی۔ جرمن ذرائع سے حاصل شدہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ اس وقت لینن گراڈ میں جگہ جگہ زبردست آگ لگی ہوئی ہے۔ اور فنی اخبار لکھ رہے ہیں کہ اس آگ کے شعلے خاکنائے کریلیا تک دکھائی دے رہے ہیں۔ اڈیسہ کو جرمن فوجوں نے ڈیڑھ ماہ سے گھیر رکھا ہے مگر کسی مورچہ پر تا حال قبضہ نہیں کر سکیں گو رومانی فوجوں کے متعلق یہ خبر آئی ہے کہ انہوں نے اڈیسہ کے بعض مورچے توڑ لئے ہیں۔ مگر اس خبر کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ سمالنسک جو کئی ہفتے ہوئے جرمن لے چکے تھے۔ اب پھر روسی فوجوں کے گھیرے میں آ رہا ہے۔ اور اس کے گرد و نواح میں کئی درجن دیہات روسیوں کے قبضہ میں آ چکے ہیں۔ لینن گراڈ کے محاذ پر بھی بعض مورچوں پر دشمن کی فوجوں کو سات میل تک پیچھے دھکیل دیا گیا۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے کہ اس وقت روسیوں کی حالت تسلی بخش نہیں کہی جا سکتی اور وہ برطانیہ و امریکہ کی طرف سے شاندار امداد کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتے اور یہ امداد گو ابھی مطلوبہ مقدار میں تو نہیں۔ تاہم پہنچ ضرور رہی ہے اور ممکن ہے مستقبل قریب میں زیادہ مؤثر صورت اختیار کر سکے۔ روسی سفیر مقیم لنڈن نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ فتح کی امید دل میں وقت گزارنا ٹھیک نہیں۔ پہلے یہ کہا جاتا تھا۔ کہ سردیوں میں جرمنوں کی مشکلات بہت بڑھ جائیں گی۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے پر مجبور ہونگے لیکن اب اس خیال کی خامی کا اظہار بھی برملا ہونے لگا ہے۔ اور روسی سفیر نے اپنے بیان میں اس کی وضاحت کر دی ہے چنانچہ کہا ہے۔ کہ یہ جنگ نہ خزاں میں رکے گی اور نہ سردیوں میں۔ اور اس طرح کی باتیں نہایت خطرناک ہیں۔ سردیوں اور ولولوں کے بھروسہ پر بیٹھے رہنا درست نہیں۔

بلغاریہ اور جرمنی

اس جنگ کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ جرمنی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ بلغاریہ بھی روس کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ اہل بلغاریہ اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اور مظاہرے کر رہے ہیں۔ تاہم روسیوں کی طرف سے تردید کے باوجود جرمنی کی طرف سے بلغاریہ میں روسی پیراشوٹ اترنے اور ان کے ہاتھوں بلغاروی کارخانوں کو نقصان پہنچنے کا پروپیگنڈا برابر جاری ہے۔ شاہ بورس ہٹلر اور دوسرے نازی لیڈروں سے مل چکا ہے۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ ان ملاقاتوں میں کاکیشیا پر بلغاروی فوجوں کے حملہ کا پروگرام زیر غور رہا۔ اس سلسلہ میں تازہ ترین اطلاع یہ کہ جرمنی نے بلغاریہ کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ فوراً روس کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ورنہ سارے ملک پر قبضہ کر لیا جائیگا۔ ملک میں جنگ کی سی حالت پیدا ہو رہی ہے۔ اور پارلیمنٹ کے کمیونسٹ ممبر گرفتار کئے جا رہے ہیں۔

ترکی اور جرمنی

کاکیشیا پر اپنے کنٹرول کی تکمیل کے لئے بحیرہ اسود میں جرمنی کی بحری طاقت کی برتری لازمی اور ضروری ہے اور یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دردانیال اور آبنائے باسفورس اس کے تصرف میں نہ ہوں۔ اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ جرمنی نے ترکی کو الٹی میٹم دیدیا ہے کہ یہ دونو اس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ترکی نے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا ہے۔ اور اس لئے غالباً جرمنی ترکی پر بھی حملہ کر دے گا اور اس ضمن میں بلغاریہ کی ترکی سے دیرینہ دشمنی سے بھی فائدہ اٹھائے گا پچھلے کئی ماہ سے یہ خبریں آ رہی تھیں۔ کہ بلغاروی فوجیں ترکی کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ مگر ۲۱ ستمبر

کی خبر ہے۔ کہ وہ تمام گذشتہ چند روز میں دہلی سے کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو چکی ہیں۔ اس نقل و حرکت کی کوئی وجہ تاحال معلوم نہیں ہو سکی۔

مشرق وسطیٰ

لیبیا کے علاقہ میں حالت بدستور ہے طبروق کی پوزیشن میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ چند روز ہوئے۔ کچھ جرمن دستے کوئی ۳۵ میل مصر کے اندر گھس گئے تھے مگر برطانی فوجوں نے انہیں پیچھے ہٹا کر اصل مورچوں پر پہنچا دیا۔ جوں جوں موسم سرما قریب آ رہا ہے۔ لیبیا کی جنگ میں شدت پیدا ہونے کے آثار بڑھتے جا رہے ہیں کہا جاتا ہے۔ کہ جرمن اور اٹلی کی فوجیں سامان جنگ اور سامان رسد کثیر مقدار میں یہاں جمع کیا جا رہا ہے۔

حکومت ایران میں تزلزل

ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کی تخت سے دست برداری اس ہفتہ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ شاہ موصوف ۱۶ ستمبر کو اپنے ولیعہد کے حق میں تخت سے الگ ہو گئے

یہ واقعہ احمدیت کی صداقت کا بھی ایک بین ثبوت ہے۔ جس پر "الفضل" کے بعض پرچوں میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ شاہ موصوف نے دست برداری کی وجہ سب سے پہلے اعلان میں یہ بتائی تھی۔ کہ میں اب بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ قوت عمل باقی نہیں۔ اس لئے ملک کی فلاح و بہبود کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ کسی نوجوان کے سپرد اس کی باگ کر دی جائے۔ لیکن بعد کے واقعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بات صرف اتنی نہ تھی چنانچہ شاہ موصوف کی دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے وزیراعظم ایران نے پارلیمنٹ میں کہا۔ کہ نیا بادشاہ آئینی ہوگا۔ اور اس کے اختیارات محدود ہونگے۔ گویا سابق بادشاہ مطلق العنان تھا۔ اور اس کے اختیارات غیر محدود تھے۔ پھر نئے بادشاہ نے حلف وفاداری کے وقت سابقہ طریق اور دستور کے خلاف ایک تقریر کی جس میں کہا۔ کہ آئندہ ایرانی حکومت پارلیمنٹ کے فیصلوں کے مطابق کام کرے گی۔ اور ملک میں آئینی اصلاحات نافذ کی جائیں گی۔ سابق شاہ کی صفحہ ۲

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

واشنگٹن ۲۳ ستمبر ایک جرمن آبدوز نے ۹ ہزار ٹن کا ایک امریکن جہاز جو امریکہ سے سامان لے کر آئس لینڈ جا رہا تھا غرق کر دیا ہے۔ ایک نازی ترجمان نے کہا۔ یہ ہمارا جنگی رقبہ ہے۔ اور یہاں حملہ کرنے کا ہمیں حق ہے۔

نیویارک ۲۳ ستمبر امریکہ کے وزیر بحری نے مطالبہ کیا ہے کہ قانون غیر جانبداری فوراً منسوخ کر دیا جائے اور امریکہ کے جنگی بیڑہ کو جنگی رقبہ میں جانے کی اجازت دے دی جائے۔

لنڈن ۲۳ ستمبر ہٹلر کے ہیڈ کوارٹرز سے اعلان کیا گیا ہے کہ کیف کے نواح کی جنگوں میں پونے چار لاکھ روسی گرفتار کئے گئے ہیں۔ ۸۰۰ ٹینکوں اور ۱۰۰ ۲ توپوں پر یا قبضہ کر لیا گیا۔ یا انہیں برباد کر دیا گیا۔ پانچویں روسی فوج کا کمانڈر انچیف بھی قیدی بنا لیا گیا ہے۔

لنڈن ۲۳ ستمبر روسی سفیر مقیم برطانیہ نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ بنی نوع انسان کے مستقبل کا دارو مدار لینن گراڈ کی لڑائی پر ہے۔ فتح کی امیدوں میں وقت گذارنا ٹھیک نہیں۔ ہٹلر کی فوجی طاقت اب بھی مضبوط ہے۔ سردیوں میں جنگ کے رکنے کا خیال صحیح نہیں۔ حقائق سے آنکھیں بند کر لینا درست نہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ روس اس وقت انتہائی مشکلات میں ہے۔ جرمنی نے ہمارے بہت سے صنعتی علاقے اور کارخانوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ نے امریکہ سے امداد کی ایک موثر اپیل کی ہے۔ سفیر مذکور نے کہا۔ تین ماہ میں جرمنی کے تیس لاکھ سپاہی مارے گئے ہیں گویا جرمنی کی کل فوج کا تیسرا حصہ روس میں تباہ ہو چکا ہے۔

طہران ۲۳ ستمبر نئی گورنمنٹ نے پولیس فوج۔ رسل و رسائل اور تعلیم میں کئی اصلاحات کی ہیں۔ اور جرمنی۔ اٹلی اور رومانیہ سے اپنے سفیر واپس بلا لئے ہیں۔ گویا ان ملکوں سے سیاسی تعلقات توڑ لئے ہیں۔

لنڈن ۲۳ ستمبر جنرل ڈیگال نے ایک آزاد فرنچ نیشنل گورنمنٹ قائم کر لی جو فرانس میں آئینی طور پر حکومت قائم ہونے تک کام کرے گی۔ انہوں نے امریکہ وغیرہ سے اپیل کی ہے۔ کہ وشی کے بجائے اسے فرانس کی جائز حکومت تسلیم کریں۔

لنڈن ۲۳ ستمبر وشی گورنمنٹ کی تردید کے باوجود یہ بات صحیح ہے کہ فرانسیسی شمالی افریقہ میں حالات غیر معمولی صورت اختیار کرنے والے ہیں۔ مغربی افریقہ کی بندرگاہوں میں جرمن کافی تعداد میں آ رہے ہیں۔ اس وقت ۲۵۰۰ جرمن انجنیئر اور کاریگر ڈاکر کے بحری اڈے کی قلعہ بندیوں میں مصروف ہیں۔ ڈاکر نیز دیگر علاقوں کے جرمن سفارت خانوں کا عملہ بڑھا دیا گیا ہے۔ اور سیاحوں کے بھیس میں بھی کافی جرمن پھر رہے ہیں۔

پشاور ۲۳ ستمبر طہران ریڈیو کا بیان ہے کہ روسی و برطانی فوجوں کے افسران اعلیٰ کو برطانی سفیر نے شاندار ٹی پارٹی دی فوجی گورنر نے شہر میں کرفیو آرڈر کے نفاذ کا اعلان کر دیا ہے۔ رات کے دس بجے سے طلوع آفتاب تک لوگوں کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ وزیر انصاف نے پارلیمنٹ میں کہا۔ کہ ہر فرد بشر کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے گا۔

شملہ ۲۳ ستمبر۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ فوجی محکمہ میں بھرتی کی رفتار بڑھ گئی ہے۔ ٹیکنیکل اور نان ٹیکنیکل شاخات میں بھرتی پچاس ہزار فی ماہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔

قاہرہ ۲۳ ستمبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ طبروق میں ہماری فوجیں اپنا مقبوضہ رقبہ وسیع تر کر رہی ہیں۔ دشمن رات کو جو علاقہ فتح کرتا ہے۔ صبح تک ہماری فوجیں اس پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ سرحدی علاقہ پر ہمارے گشتی دستے جا بجا حملے کر رہے ہیں۔

بھوپال ۲۳ ستمبر مشرقی وسطیٰ کا دورہ کرنے کے بعد نواب صاحب بھوپال واپس آ گئے ہیں۔ آپ نے اعلان کیا ہے۔ کہ موجودہ جنگ میں جو سپاہی بہادری کا کوئی کارنامہ سرانجام دیگا اسے جاگیر اور انعام دیا جائے گا۔

نیویارک ۲۳ ستمبر مسٹر روز ویلٹ نے ڈیموکریٹک کلب آف امریکہ کے اجلاس کو یہ پیغام دیا۔ کہ وحشیانہ طاقت سے بچاؤ اور حفاظت کا واحد ذریعہ وحشیانہ طاقت کا استعمال ہے۔

لنڈن ۲۳ ستمبر روم سے امریکن نامہ نگاروں نے اطلاع دی ہے۔ کہ مسولینی ان دنوں بہت مایوس ہے سارا دن پریشان رہتا ہے۔ اور ضروری کاموں سے بھی قریباً دست بردار ہے گسٹاپو اس کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی کر رہی ہے مگر اس نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر بھاگ کر ارجن ٹائن پہنچ جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اٹلی جرمنی سے الگ ہو کر برطانیہ سے صلح کا خواہاں ہے اس مقصد کے لئے اس کا ایک وفد امریکہ گیا ہے۔ جس کے سفر کی برطانیہ کے حکام ناکہ بندی کو خبر ہے۔ یہ وفد فی الحال غیر سرکاری ہے۔ مگر وقت آنے پر سرکاری حیثیت اختیار کرے گا۔ وفد کے ممبر اپنے اہل و عیال بھی ساتھ لے گئے ہیں

واشنگٹن ۲۳ ستمبر امریکہ سے برطانیہ تک بحر اوقیانوس پر جہازوں کا پل باندھنے کے لئے امریکن گورنمنٹ بہت کوشش کر رہی ہے۔ بحری کمشن کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ بحر اوقیانوس کی بحری جنگ کے لئے تیس کروڑ ڈالر کی رقم مخصوص ہے۔ جولائی ۴۱ء سے مختلف اقسام کے ۱۳۸۲ جہازوں کی تعمیر کا آرڈر جہاز ساز کارخانوں کو دیا جا چکا ہے۔ جن پر ۷ ارب ۳۲ کروڑ ۴۲ لاکھ ۹۲ ہزار ڈالر لاگت آئے گی ۶۴ کروڑ ڈالر کی رقم جہاز سازی کے نئے کارخانوں کے قیام میں مدد دینے کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ اس وقت جہاز ساز کارخانوں میں ۳ لاکھ ۷۵ ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ اکتوبر تک ان میں ساٹھ فی صدی کا اضافہ ہو جائیگا

لنڈن ۲۳ ستمبر وزارت فضائی برطانیہ کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ ۱۴ جون سے ۵ ستمبر ۴۱ء تک جرمنی اور اس کے مقبوضہ ممالک پر کل دو سو ہوائی حملے کئے گئے۔ ان میں سے ۲۴ شدید نوعیت کے تھے۔ بحیرہ روم میں برطانی آبدوزوں نے دشمن کے جہازوں پر ۶۳ حملے کئے۔ اور ۴۴ جہاز غرق کر دیئے۔ ۱۹ کو سخت نقصان پہنچا۔ برطانی بمباروں یا جنگی جہازوں سے دشمن کے جہازوں کو جو نقصان پہنچا، وہ اس کے علاوہ ہے۔

پولینڈ ۲۳ ستمبر پولینڈ کے سنٹرل بنک نے اپنا سونا فرانس کے خزانہ میں جمع کرا رکھا تھا۔ جسے فرانسیسی گورنمنٹ نے شکست کے بعد جرمنی کے حوالہ کر دیا۔ پولینڈ کے سنٹرل بنک نے امریکہ کی سپریم کورٹ میں دعویٰ کیا اور مطالبہ کیا تھا۔ کہ فرانس کا جو سونا امریکہ میں جمع ہے۔ اس میں سے اس کا سونا واپس دلوایا جائے۔ کورٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ فرانس کے امریکہ میں جمع شدہ سونے سے ۶ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر کا سونا پولینڈ کے بنک کو ادا کیا جائے

شملہ ۲۳ ستمبر قیمتوں پر کنٹرول کے لئے جو کانفرنس یہاں ہو رہی ہے۔ اس میں پنجاب کی طرف سے سر چھوٹو رام اور سر سوہٹرل شریک ہونگے۔

لنڈن ۲۳ ستمبر جرمن ہائی کمان کے ایک اعلان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اب تک روسی فوج کے پچاسی ڈویژن بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ تباہ شدہ سامان جنگ کی مقدار بھی بہت زیادہ ہے

لاہور ۲۳ ستمبر حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہوائی حملوں سے بچاؤ کی مشق کے سلسلہ میں جو ناردرن کمانڈ کے رقبہ میں کی جائے گی۔ ۵۔ اکتوبر سے ۱۳ اکتوبر تک سارے رقبہ میں روشنی کے متعلق بعض پابندیاں عائد کی جائیں۔ گو مکمل بلیک آؤٹ نہ کرایا جائے تمام اندرونی روشنیاں چھپا دی جائیں، اور تمام بیرونی

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی